

(خواتین نمبر)

عروج

گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین

دبئی محل روڈ بھاولپور فون: 062-9255101



کالج کا ایڈمن بلاک



کالج کے وسطی لان اور عمارت کا خوبصورت منظر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سنة ١٤٢٠ هـ



محترمه فاطمه جناح

خاتون اول
پیکر مهر و وفا

(خواتین نمبر)

عروج

2020

پروفیسر مسز نزہت نازلی (پرنسپل)

سرپرست اعلیٰ

صغریٰ رانا

مدیر اعلیٰ

خالدہ سلطانہ نگار، حمیرا اکرم، عابدہ ارشاد

مدیران معاون

(اسٹنٹ پروفیسران شعبہ اردو)

حلیمہ سعدیہ، ہسمہ ملک (طالبات سال اول)

گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین

دہلی محل روڈ بہاولپور

نام مجلہ

عروج

منتظم و نگران اعلیٰ

پروفیسر مسز نزہت نازلی (پرنسپل)

تاریخ اشاعت

مارچ 2020

کمپوزنگ و ڈیزائننگ

محمد یوسف اولیس جاہ

آرٹس گوشہ پذیرائی

سعدیہ قریشی (لیکچرار انگریزی)

مطبع

اسماعیل پرنٹنگ سروس بہاولپور 0321-6803962

طابع

گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین دہلی محل روڈ بہاولپور

تعداد

چار سو (400)

حسن ترتیب

نمبر شمار	کلید	صفحہ نمبر
01	ادوار جعفری	06
02	نعت مجلیہ	07
03	بیٹام	08
04	دیباچہ	09
	بصائر	
05	امعات الموشیخ	11
06	قلم میر اکڑا ہے	22
07	مسلم عورت کے بارے میں یورپ کے تحفظات	28
	گوشہ پزیرانی	
08	مقیم استاد اعلیٰ منتقم پروفیسر زہمت نازلی	33
09	میری والدہ	37
10	میری ماں میری جنت	40
11	ترقی کا سفر (کالج مذکورہ)	42
12	قمر شاہین	46
13	اپنی استاد کے لئے	48
	پاکستانیات	
14	محترمہ قاطبہ جناح	53
15	تحریک پاکستان کی بڑی خواتین	56
16	اقبال کے کلام میں تصور زن	58
17	علامہ اقبال کی مکتوب الیہ خواتین	61
18	بے نظیر بھٹو	65

حصہ اول: ترتیب

صفحہ نمبر	جلد دوم: رنگ	نمبر شمار
68	مغزئی رانا	19
70	مسر میرا مندر (پیکچرار جغرافیہ)	20
73	مسر انجمن نورین (اسٹنٹ پروفیسر سوشل ورک)	21
74	علیہ سعدیہ (سال اول)	22
77	مسر نجمہ جیس (اسٹنٹ پروفیسر)، مسر عائشہ جاوید (اسٹنٹ پروفیسر)، مسر سمیعہ شبیر (پیکچرار)	23
79	علیہ نعیم (سال اول)	24
	شوقی افکار	
82	سردے: ترتیب و تزئین: خالدہ سلطانہ نگار (اسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو) مسر عابدہ ارشاد (اسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو)	25
	آؤ کچھ دل کی کہیں	
89	دشال حسین (سال سوئم)	26
90	ارتج کلیل (سال دوئم)	27
91	صالحہ (سال اول)	28
	کہانی راز کھولتی ہے	
93	ہمزیدہ اقسام (سال دوئم)	29
	عکس خوشبو	
96	پروین ناسید	30
96	خالدہ سلطانہ نگار شعبہ اردو	31
97	زہرا نگاہ	32
97	شاہدہ حسن	33
98	کشور ناہید	34
99	پروین شاکر	35
100	قمر شاہین	36
100	خالدہ سلطانہ نگار شعبہ اردو	37
101	مغزئی رانا	38

کلید



اداء جعفری

”اداء جعفری پاکستانی شاعرات کی قافلہ سالار
ہیں مشاعروں کی روایت میں خواتین کا کردار
ان کا رہن احسان ہے“
مدیر اعلیٰ

حمد باری تعالیٰ

دور بسا اور ساتھ رہا ہے
اجلی دھوپ گھٹا سایہ ہے
دل میں کس کے چاہ نہیں ہے
اس ساگر کی تھاہ نہیں ہے
میں تو بس اتنا ہی جانوں
جب بھی اس کا نام لیا ہے
اس نے بڑھ کر تھام لیا ہے
گیت مرے، آہنگ اس کا ہے
چزی میری، رنگ اس کا ہے
ان جانی، من مانی گلیوں !
میرے سنگ تو سنگ اس کا ہے
ایک دیئے کی لو سے میں نے
جگ جگ کالی راتیں کی ہیں
پچھلے پہر کے سناٹوں نے
آکر اس کی باتیں کی ہیں
سورج کی پہلی کرنوں نے
آنکھ میں اس کی چھب دیکھی ہے
دل میں اس کی چاپ سنی ہے
اس نراس کے سارے بندھن
آنکھ کا آنسو، دھیان کا چندن
خوشیوں کے سب محل دو محلے
میں نے اس کو سونپ دیئے ہیں

شکفتہ الطاف

”شکفتہ الطاف بہادپور کی جاندار

آواز اور پاکستانی جدید شاعری کا

معتبر نام ہیں“ میرا آملی

نعت رسول مقبول ﷺ

بجر مگر تھا لیکن زرخیز ہو رہا ہے
دل یاد مصطفیٰ ﷺ سے لبریز ہو رہا ہے

ہر شاخ پڑھ رہی ہے صلی علی محمد ﷺ
ہر پیڑ احترام گلریز ہو رہا ہے

چتا نہیں ہے مجھ پہ کوئی بھی رنگ اب تو
اک رنگ معرفت ہے اور تیز ہو رہا ہے

آنکھوں میں جب سے ٹھہرا روضہ نبی ﷺ کا تب سے
ہر چیز دیکھنے سے پرہیز ہو رہا ہے

ہر لو سے منحرف ہے جز لوئے عشق احمد
دل کا دیا بھی فطرت آمیز ہو رہا ہے

گلہائے اس آقا ہے بہر عطر جس سے
گلدان میرے دل کا لبریز ہو رہا ہے

اک میں ہی منتظر ہوں کشف کرم کی درنہ
کوئی فرید کوئی تبریز ہو رہا ہے

پیغام

’پر امن بقائے باہمی‘

عزیز طالبات، مجھے خوشی ہے کہ کالج میگزین ”عروج“ ایک تسلسل کے ساتھ اپنی اشاعت جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس سال خاص نمبر ”خواتین نمبر“ کے ساتھ شائع ہونے والے شمارے میں تمام تحریریں خواتین کے مختلف شعبوں میں نمایاں کاوشات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

آج ہمارے معاشرے کو جہاں بہت سی معاشی اور لسانی نوعیت کے مسائل کا سامنا ہوا ایک اہم اور بے حد توجہ طلب مسئلہ معاشی عدم برداشت کی صورت میں بھی موجود ہے۔ ہمارے ارد گرد کے ماحول میں بڑھتا ہوا عدم تحفظ کا احساس معاشرے کے ہر طبقے کے لئے بالعموم اور خواتین کے لئے بالخصوص سنجیدہ نوعیت کے مسائل پیدا کر رہا ہے۔ اس صورتحال میں ہمیں اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہیے اور اس بنیادی بات کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان سے مختلف ذہن اور سوچ لے کر پیدا ہوا ہے لہذا اس کا عمل بھی مختلف ہی ہوگا۔ ہم ہر شخص پر اپنی مرضی، اپنا نظریہ اور اپنی رائے مسلط نہیں کر سکتے۔ بنیادی انسانی حقوق کا احترام کیے بغیر کوئی سوسائٹی پر امن ماحول پیدا نہیں کر سکتی۔ ہمیں دوسروں کو ان کی مرضی سے زندگی گزارنے کی آزادی دینا ہوگی۔ گھر کی سطح پر معاشری اور قوم کی سطح پر بین الاقوامی سطح پر بھی۔ کوئی مذہب کوئی قانون بھی ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنی تشریح کے مطابق دوسروں پر اس کا نفاذ کریں۔ بے جا تنقید اور دوسروں کی شخصی آزادی کا احترام نہ کرنے والے معاشرے تشدد کی راہ پر چل پڑتے ہیں اور یہی ماحول آگے چل کر نسلی، لسانی اور مذہبی فسادات کی راہ ہموار کرتا ہے۔ تعلیم ہمیں یہی شعور دیتی ہے کہ دوسروں کے مختلف نقطہ ہائے نظر کو سمجھنا اور قبول کرنا سیکھیں اگر قابل قبول نہ ہو تو قابل برداشت ضرور سمجھیں۔ یہی مختلف سوچ اور فکر ہی اصل میں معاشرتی زندگی میں تنوع اور رنگینی خوبصورتی اور دلچسپی کا عنصر پیدا کرتی ہے میری آپ سے یہی استدعا ہے کہ ’پر امن بقائے باہمی‘ کے اصول کو اپنایا جائے اور اپنے ماحول سے ہم آہنگی نہ کہ بغاوت کا راستہ اختیار کیا جائے۔

آپ سب کے لئے نیک خواہشات کے ساتھ

دعا گو

مسز زہت نازی

پرنسپل ۱۳ مئی ۲۰۱۹ء

دیباچہ

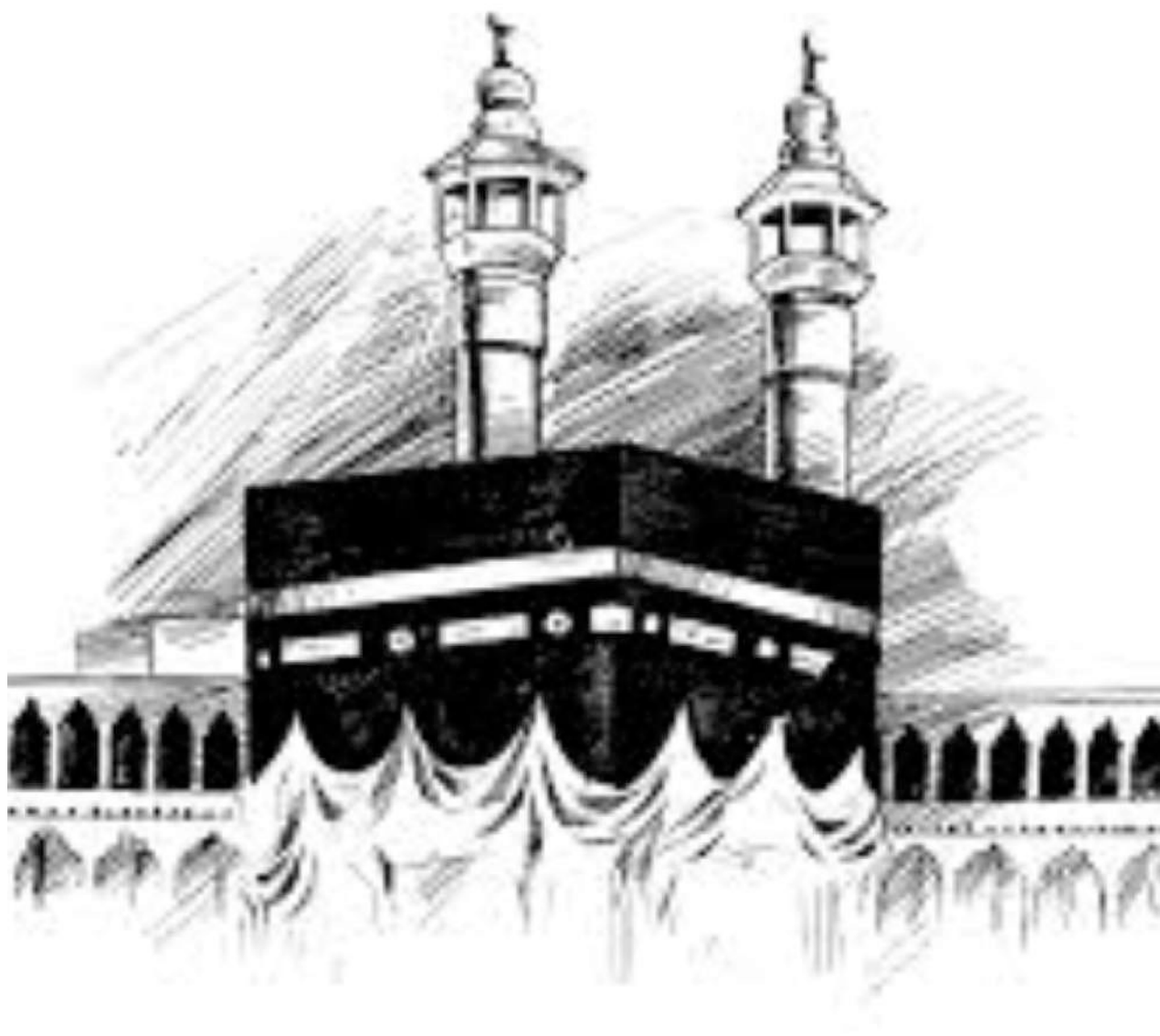
الحمد للہ۔۔۔ ”خواتین نمبر“ مجلہ ”عروج“ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ نسائی طرز احساس، تانیثی فکر اور اسلامی معاشرتی روایات و اقدار کی حامل خواتین ہمیشہ ہمارا سرمایہ افتخار رہی ہیں۔ وطن عزیز کے صدر رنگ گلشن میں باکمال اور باکردار عورت ہر شعبہ زندگی کا حصہ رہی ہے یہی وجہ کہ پاکستانی عورت نے ایسا چمن آراستہ کیا ہے جس کی مثال ملنا پوری دنیا میں محال ہے۔ دنیا بھر کی عورتیں جنہوں نے اپنے مقاصد اولیٰ کے ذریعے قوموں پر احسانات کیے ہم انہیں دل کی گہرائیوں سے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ہماری نسل نوان کے کارہائے نمایاں سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرے گی۔ یہ مجلہ روح پرور اور خیال افروز افکار کا گلدستہ ہے۔ آپ کی حوصلہ افزائی ہماری تعمیر ہے اور آپ کی تنقیدی نظر باعث اصلاح ہے۔

مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے میں، ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہتی ہوں تمام قلمی معاونین کی دل سے شکر گزار ہوں پرنسپل صاحبہ کی ممنون احسان ہوں کیونکہ ان کی ذاتی توجہ کے باعث یہ مجلہ بروقت ترتیب پاسکا۔ استاد محترم پروفیسر نگہت شاہین صاحبہ کی بھی شکر گزار ہوں کہ ان کے مشورے سے خواتین نمبر شائع ہو سکا۔ بہر حال ہر طور۔۔۔ گر قبول افتدز ہے عز و شرف

مدیر اعلیٰ

صغریٰ رانا

(۱۷-۰۶-۲۰۱۹)



بصائر

مسز فزانہ محی الدین
ایسوی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات

امہات المومنین رضی اللہ عنہم اجمعین

انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک اندرونی دوسرا بیرونی۔ آپ ﷺ کی بیرونی زندگی تو پوری دنیا کے سامنے موجود تھی اور صحابہ کی ایک کثیر تعداد لمحہ کی گواہ تھی آپ ﷺ کی اندرونی اور خانگی زندگی کے تمام حالات و معاملات کو دنیا کے سامنے لانے کے لئے بھی ایک کثیر جماعت کی ضرورت تھی جو باوثوق روایت کے ساتھ انھیں دنیا کے سامنے پیش کرے نیز وہ تمام شرعی احکام و مسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان نہیں کیے جاسکتے ان کا حل ازواجِ مطہرات کے ذریعے امت کو حاصل ہو سکے آپ ﷺ نے متعدد نکاح اسی دینی ضرورت کے تحت کیے۔ نبی اکرم ﷺ نے جن خواتین سے نکاح فرمایا اللہ کے حکم سے فرمایا:۔ نبی ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد ان محترم خواتین کو جو پہلا اعزاز حاصل ہوا کہ وہ جنتی قرار پائیں اور دوسرا اعزاز یہ حاصل ہوا کہ وہ امت کی مائیں قرار پائیں۔

ترجمہ:۔ یہ نبی مسلمان کا ان کے جان و مال سے زیادہ مالک ہیں اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (الاحزاب ۶)
مومن عورتوں کا آئینہ امہات المومنین اور بنت رسول فاطمہ الزہراء ہیں فی زمانہ ان کی سیرت کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ ہماری بہنیں اور بیٹیاں ان کی سیرت کا اپنا کر دنیا و آخرت کو سنوار سکیں۔

اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ امہات المومنین کا مختصر تعارف پیش کیا جائے اور ان کی شخصیت کی نمایاں خوبیاں بیان کی جائیں۔
ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ بنت خویلد (ملیکۃ العرب)

حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کی پہلی زوجہ مطہرہ تھیں۔ آپ ﷺ کے والد اپنے قبیلہ کے معتبر اور بااثر فرد تھے۔ سیدہ خدیجہؓ اپنے قبیلہ میں عفت و شرافت اور عظمت کے لحاظ سے ممتاز مقام کی حامل تھیں۔ سیدہ خدیجہؓ اپنے پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں تو آپ ﷺ صادق و امین کے نام سے پکارے جاتے ہر شخص آپ کی راست بازی حسن معاملہ صدق و دیانت کا مداح تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کی اس شہرت سے متاثر ہو کر اپنا مال تجارت آپ ﷺ کے سپرد کیا کہ شام لے جائیں جو معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں آپ کو اس کا دگنا دوں گی خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی شریک سفر تھا واپسی پر آپ ﷺ کا تمام حال کہہ سنایا حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کے حسن معاملہ اور دیانت سے بہت متاثر ہوئیں اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیغام نکاح بھجوایا آپ ﷺ نے پیغام قبول فرمایا۔ اپنے چچا ابوطالب کو اپنا ولی مقرر فرمایا اور ان کے ساتھ دیگر رؤسائے خاندان نے بھی شرکت کی۔ خطبہ نکاح ابو طالب نے پڑھا۔ ۵۰۰ طلائی درہم حق مہر مقرر ہوا۔

معروف روایت کے مطابق نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس برس تھی۔
ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہؓ کی طرف سے بطور ولی نکاح میں شریک تھے نکاح کی توثیق حضرت خدیجہؓ کے حقیقی چچا عمرو بن اسد نے کی۔

آپ ﷺ کی زوجیت میں آتے ہی نہ صرف تمام مال و اسباب آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا بلکہ ہر مشکل اور پریشانی میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا خواتین میں سب سے پہلے ایمان لائیں۔ تین سال تک شعب ابی طالب کی سختیاں برداشت کیں۔ حضور ﷺ سے شادی سے قبل دولت کی فراوانی تھی۔ نوکر چاکر خادمائیں گھر کے کام کاج کے لئے حاضر رہتیں۔ مگر آپ ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد اپنی زندگی آپ ﷺ کے قدموں میں تہ دی آپ ﷺ کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اجر یہ ملا کہ رب تعالیٰ کے سلام آنے لگے۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبریلؑ نے سرکارِ دو عالم ﷺ سے عرض کیا خدیجہؓ آپ ﷺ کے پاس کھانے کا برتن لا رہی ہیں۔ جب وہ آئیں تو انھیں ان کے رب کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے۔

ایسا ایک بار نہیں بارہا ہوا خود آپ ﷺ بھی ساری عمر نہایت محبت سے ان کا ذکر فرماتے رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ سیدہ خدیجہؓ کی تعریفیں کرتے نہ تھکتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا

”بخدا جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے وہ مجھ پر ایمان لائی اور جب لوگ مجھے چھوڑ رہے تھے اس نے مجھے پناہ دی جب لوگ میری تکذیب کر رہے تھے اس نے میری تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا آپؐ کی زندگی میں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی حتیٰ کہ سیدہؓ کا انتقال ہو گیا ان کے انتقال کے بعد بھی آپ ﷺ ان کا ذکر نہایت محبت سے کرتے۔

۱۰۔ انبوی یعنی ہجرت سے تین سال پہلے ۶۴ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے آغوش قبر میں رکھا۔ آپؐ کی وفات کا سال عام الحزن کہلایا۔

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:-

حضرت سودہؓ کا تعلق قریش کے مشہور قبیلہ عامر بن لوئی سے تھا۔ حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر سکران بن عمرو ابتدا ہی میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ہجرت حبشہ ثانی میں حبشہ کی طرف ہجرت کر نیوالوں میں یہ میاں بیوی بھی شامل تھے۔ سکرانؓ کے انتقال پر ملال کے بعد حضرت سودہؓ کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نہایت غمگین اور رنجیدہ رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ عثمان بن مظعونؓ کی زوجہ خولہ بنت حکیمؓ نے آپ ﷺ کو حضرت سودہؓ سے نکاح کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے حضرت خولہؓ کے ذریعے ہی پیام نکاح بھیجوا یا سیدہ خولہؓ حضرت سودہؓ اور ان کی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح پہنچایا۔ حضرت سودہؓ کی والدہ نے ان کے والد سے بات کی انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا ان کی رضامندی کے بعد آپ ﷺ خود ان کے گھر تشریف لے گئے حضرت سودہؓ کے والد نے نکاح پڑھایا چار سو دینار مہر مقرر ہوا۔ حضرت

سو وہ نہایت فیاض اور سخی تھیں صلہ رحمی ان کی طبیعت کا خاصہ تھا اور ہم وہ دینار سے محبت نہ تھی جو آتا راہ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں ساری زندگی عبادت اور گوشہ نشینی میں گزاری کسی جھگڑے سے سروکار نہ رکھا۔ جب بوڑھی ہو گئیں تو اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ کو بخش دی۔ ثقہ لوگوں کی روایت کے مطابق ان کی وفات عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ہوئی۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ:-

عائشہ صدیقہ بنت ابوبکرؓ کا نام عائشہ، لقب صدیقہ خطاب ام المؤمنین اور کنیت ام عبد اللہ تھی۔ مشہور روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا اور رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی مہر پانچ سو درہم قرار پایا۔ عائشہ صدیقہ کا یہ اعزاز ہے کہ رب تعالیٰ نے ان سے نکاح کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو پہلے ہی بتا دیا تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح سے قبل تم مجھے دو دفعہ دکھائی گئیں جبریل امین ریشم کے کپڑے کوئی شے لپٹی ہوئی لائے اور کہا یہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔ میں نے اس کو کھولا تو وہ آپ تھیں میں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والا ہے۔ علماء کے نزدیک سیدہ عائشہؓ سے آپ ﷺ کے نکاح میں کئی مصلحتیں تھیں سب سے بڑی مصلحت ایک جوان زیرک اور ذہین ختنون کا فیضان نبوت سے مستفید ہو کر اسے امت تک پہنچانا تھا۔ اس مقصد کے لئے حق تعالیٰ نے عائشہ صدیقہؓ کا انتخاب فرمایا۔ علم نبوت کی جو شعاعیں عائشہؓ کے ذریعے عالم میں پھیلیں وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ ابن سعد نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ ”سیدہ عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے بڑی عالم تھیں بڑے بڑے صحابہ ان سے رہنمائی لیا کرتے تھے“

ایسا کیوں نہ ہوتا آپؓ معلم شریعت و اخلاق کے گھر میں تھیں۔ شب و روز ان کی صحبت میسر تھی جلوت و خلوت کی ساتھی تھیں۔ عائشہؓ سے آپ کی محبت کا باعث طاہری حسن و جمال نہیں بلکہ یہی باطنی فضل و کمال تھا کیونکہ وہ فہم مسائل اجتہاد و فکر اور حفظ احکام میں تمام ازواج میں ممتاز تھیں۔ امام زہری کا قول ہے ”اگر تمام مردوں اور امہات المؤمنین کا علم ایک جگہ اکٹھا کیا جاتا ہے تو سیدہ عائشہؓ کا علم ان سب سے زیادہ گہرائی والا ہوتا۔“

رسول اللہ ﷺ عائشہ صدیقہؓ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ خود عائشہ صدیقہؓ کی محبت کا یہ عالم تھا آپ ﷺ کے تمام کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں یہاں تک کہ ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں ”ہم صحابہ کو کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی کہ جس کے بارے میں ہم نے عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس سے متعلق کچھ معلومات نہ ملی ہوں“ حضرت عائشہؓ کے بھانجے عروہ بن زبیر فرماتے ہیں:-

”قرآن، فرائض، حلال و حرام، فقہ شاعری، طب، عرب کی تاریخ، اور علم الانساب کا عائشہؓ سے بڑھ کر اور کسی کو عالم نہ

دیکھا“

آپ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا تھا ”جو حاضر ہے وہ غائب تک میری بات کو پہنچا دے“

ام المؤمنین نے اس حکم کی تعمیل کی ہزاروں احادیث مبارکہ آپ سے مروی ہیں۔

ایمان قبول کرنے والا اور اعانت رسول میں خدیجہ الکبریٰ مقدم میں نسبی اعتبار سے سیدہ فاطمہ الزہراء افضل ہیں۔ مگر علمی

کمالات دینی خدمات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات وارشادات کی نشر و اشاعت میں عائشہ صدیقہ کا کوئی حریف نہیں۔

حضرت عائشہؓ کو یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے بارے میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا:-

”عائشہؓ دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ آپ کی پاکیزگی کی گواہی

خود رب تعالیٰ نے دی اس بارے میں فرماتی ہیں کہ ”مجھے تو یہ کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری بریت فرمائیں گے لیکن یہ وہم و گمان نہ

تھا کہ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائیں گے جس کی ہمیشہ تلاوت کی جاتی رہے گی اور میری بریت ان الفاظ میں بیان کی

جائے گی جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے اور قرآن کی یہ آیت مسجدوں اور نمازوں میں پڑھی جائیں گی۔“

سیدہ عائشہؓ کو بے شمار ایسی فضیلتیں حاصل تھیں جو دیگر ازواج مطہرات کو حاصل نہ تھیں تمام صحابہ کرامؓ بشمول خلفائے

راشدین آپ کے مقام و مرتبہ پہنچاتے تھے اور ہمیشہ اس کا خیال رکھتے تھے۔

اگر محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے تو عائشہ صدیقہؓ بھی ہمیشہ آپ ﷺ کی فرمانبردار رہیں آپ

ﷺ کی پسند و خوشی کا خیال رکھتی تھیں اگرچہ گھر میں خادمہ موجود تھی۔ لیکن آپ ﷺ کے تمام کام خود کرتیں آنا خود بیستیں تھیں۔ خود

گوندھتی تھیں کھانا خود پکاتی تھیں آپ ﷺ کا بستر خود اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں وضو کا پانی لا کر رکھتی تھیں۔ حضور ﷺ کے سر مبارک

میں کنگھا خود کرتیں، عطرتی، کپڑے خود دھوتی تھیں۔

سوتے وقت آپ ﷺ کی مسواک اور پانی آپ ﷺ کے سر ہانے خود رکھتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے

دیکھا تو برابر چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں اگر میرے ماں باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئیں اور منع کریں تو میں ہرگز نہ

مانوں۔ سرکارِ دو عالم کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتیں اکثر روزے سے رہتیں۔ حج کی شدت سے پابند تھیں کوئی سال ایسا نہ

گزر تا کہ جس میں حج نہ کرتیں، عرفہ کے دن روزہ پابندی سے رکھا کرتی تھیں۔

منہیات کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے اجتناب فرماتیں آپؓ نہایت سخی قناعت پسند اور مخلوق خدا سے محبت کرنیوالی تھیں۔ بے

شمار غلام خرید کر آزاد فرمائے۔ یتیم بچیوں کی کفالت کرتی ان کی تعلیم و تربیت فرماتی اور جوان ہونے پر ان کی شادی کروا دیتی تھیں

۔ سیدہ عائشہؓ فطرتاً نہایت بلند حوصلہ، جری اور بہادر خاتون تھیں غزوہ بدر و احد میں شریک ہوئیں جنگ خندق میں زنانہ قلعہ سے نکل کر

جنگ کی حالت کا جائزہ لیتی تھیں اور خواتین کا حوصلہ بڑھاتیں یہ حوصلہ مند خاتون علم و عرفان کا سورج بہترین خطیب ماہر فقیہ

حضور ﷺ کی محبوب زوجہ امت کی ماں ستر برس کی عمر میں ۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے انتقال فرما گئیں۔ ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ام المومنین حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ

حضرت حفصہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں ان کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا۔ رسول اللہ ﷺ اور اصحابؓ نے اللہ کے حکم سے مرتبہ ہجرت فرمائی تو یہ دونوں میاں بیوی بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ ۲ھ میں جنگ بدر کا معرکہ پیش آیا حضرت خنیسؓ جنگ میں شریک ہوئے۔ بہادری کے خوب جوہر دکھائے دوران جنگ کچھ ایسے کاری زخم آئے کہ جانبر نہ ہو سکے انہی زخموں کی وجہ سے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت خنیس کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت حفصہ کے نکاح کی فکر لاحق ہوئی۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یکے بعد دیگرے حضرت حفصہؓ سے نکاح کا پیغام بھیجا مگر دونوں اصحاب نے خاموشی اختیار فرمائی جو حضرت عمر فاروقؓ کو گراں گزری۔ بعد ازاں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی خاموشی کی وضاحت دی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حفصہؓ کا ذکر فرمایا اس لیے میں نے خاموشی اختیار کر لی اگر رسول اللہ ﷺ کا حفصہ سے نکاح کا ارادہ نہ ہوتا تو میں انکار نہ کرتا۔ ایک دن حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عثمانؓ کے طرز عمل کا شکوہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے عثمانؓ کا نکاح تیری بیٹی سے زیادہ اچھی عورت سے کر دیا اور تیری بیٹی کا نکاح عثمان غنیؓ سے زیادہ اچھے آدمی سے کر دیا ہے دراصل سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ زوجہ عثمان غنیؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کی خواہش تھی۔

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح ہو جائے کہ میری یہ نسبت رسول اللہ ﷺ سے قائم رہے اس لیے انہوں نے عمر فاروقؓ کی پیش کش سے اعراض برتا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حفصہؓ سے خود عقد فرمایا جبکہ ام کلثوم کا نکاح عثمان غنیؓ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد حضرت حفصہؓ غریم نبوت میں رہنے لگیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی خاگی و معاشرتی زندگی بہت اچھی تھی سیدہ حفصہؓ آخر سیدنا عمرؓ کی صاحبزادی تھیں اس لئے مزاج میں ذرا تیزی تھی بعض اوقات اللہ عزوجل کے رسول ﷺ سے دبدو گفتگو کرتیں حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو بیٹی کے پاس آئے اور فرمایا میں نے سنا ہے تم رسول اللہ ﷺ کو برابر جواب دیتی ہو وہ بولیں ہاں میں ہم ایسا کرتے ہیں حضرت عمرؓ بولے خبردار میں تمہیں عذاب الہی سے ڈراتا ہوں، دراصل خاگی معاملات میں خاوند سے دبدو گفتگو کرنا اسلام کی وہ آزادی ہے جو اسلام نے ہر عورت کو دی ہے اس لیے اس کا مظاہرہ اکثر کاشانہ نبوت میں بھی ہو جاتا تھا۔

حضرت حفصہؓ بہت زیادہ صوم و صلا کی پابند اور پرہیزگار تھیں۔ حضرت جبریل نے ان کے لئے ”صوامہ“ (روزہ رکھنے والی) اور ”قوامہ“ (قیام کرنیوالی) کے الفاظ استعمال فرمائے۔ دین میں تفقہ کا بھی خاص ملکہ حاصل تھا مختلف آیات سے مختلف نکات

نکالتی رہتی تھیں سوال پوچھنے اور دینی مسائل دریافت کرنے میں جری تھیں۔ علم سیکھنے کا بہت شوق تھا اسی شوق کے پیش نظر شفاء بنت عبد اللہ سے چیونٹی کے کاٹے کا منتر سیکھا۔ آپ کا انتقال امیر معاویہ کے دور خلافت ۴۵ھ میں ہوا نماز جنازہ مدینہ کے گورنر مروان بن حکم نے پڑھائی مدفن مبارک جنت البقیع میں ہے۔

ام المومنین زینب بنت خزمیمہؓ:-

امام زہری کے قول کے مطابق حضرت زینبؓ رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آنے سے قبل عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں حضرت عبد اللہ نے جنگ احد میں شہادت پائی تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔ زینب بنت خزمیمہؓ رحمل اور نخی تھیں آپؓ ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں کیونکہ فقراء اور مساکین کو نہایت فیاضی سے کھانا کھلاتی تھیں۔ یہ صرف آٹھ ماہ حرم نبوت میں رہیں پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد یہ پہلی بیوی ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں رحلت فرمائی انتقال کے وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔

ام المومنین سیدہ ام سلمیٰؓ:-

اصل نام ہند تھا کنیت ام سلمیٰ تھی۔ قریش کے مشہور خاندان بنو مخزوم سے تعلق تھا۔ ام سلمیٰ آپ ﷺ کی پھوپھی کے خاوند کی بیٹی تھیں۔ سگی پھوپھی زاد نہیں تھیں ان کے والد صاحب ثروت تھے ان کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ پورے پورے قافلوں کی مہمان نوازی کرتے۔

سیدہ ام سلمیٰؓ کا پہلا نکاح عبد اللہ بن عبد الاسد سے ہوا جو ان کے چچا زاد بھائی تھے عبد اللہ زیادہ تر ابو سلمہ کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ام سلمیٰؓ ابتدا ہی میں اپنے شوہر کے ساتھ شرف باسلام ہو گئیں دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی حبشہ میں کچھ عرصہ قیام فرمایا پھر مکہ واپس آگئے بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے مدینہ ہجرت کی اور قبائلی قیام پذیر ہوئے ابو سلمہ نے جنگ بدر میں اور جنگ احد میں حصہ لیا جنگ احد میں بازو پر تیر سے زخم آیا جو ایک ماہ بعد بظاہر مندمل ہو گیا لیکن اندر ہی اندر زہر پھیلاتا رہا۔ اور آپؓ کی شہادت کا سبب بنا شوہر کے انتقال کے وقت ام سلمیٰؓ امید سے تھیں وضع حمل کے بعد جب عدت گزر گئی تو مختلف ہستیوں نے پیغام نکاح بھیجا لیکن ام سلمیٰؓ نے انکار کر دیا۔

سیدہ ام سلمیٰؓ کا بیان ہے کہ ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ کی وہ دعا جو انہوں نے ابو سلمہ کو سکھائی تھی پڑھا کرتی تھیں۔ دعا یہ تھی ”اے اللہ تعالیٰ اس مصیبت میں میری مدد فرما اور بہتر نعم البدل عطا فرما“

دعا کے بعد سوچتی میرے لیے ابو سلمہؓ سے بہتر نعم البدل کون ہو سکتا ہے جب آپ ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح آیا تو میں نے قبول کر لیا۔ سیدہ ام سلمیٰؓ بہت سے فضائل و کمالات کی مالک تھیں علمی حیثیت سے اگرچہ تمام ازواج مطہرات بلند مرتبہ تھیں لیکن ام

سلمیٰؓ اور عائشہ صدیقہؓ کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔ فن حدیث میں ام سلمیٰؓ کا خاص مقام تھا سیدہ عائشہؓ کے سوا اس فن میں انکا کوئی حریف نہ تھا۔

ایک بہت بڑی جماعت نے ان سے علم حدیث حاصل کیا فقہی معاملات میں خوب سوجھ بوجھ رکھتی تھیں حافظ ابن قیم نے لکھا ہے ”اگر ام سلمیٰؓ کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے“

جب آپ سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو نہایت فصاحت و سلاست سے جواب دیتی تاکہ سائل کی تسلی ہو جائے آپ صائب الرائے خاتون تھیں۔ معاہدہ صلح حدیبیہ ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ نہایت پریشان و مایوس تھے جب آپ ﷺ نے صحابہ کو سرمنڈوانے اور قربانی کرنے کا حکم دیا تو وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھے حضور ﷺ نے یہ واقعہ ام سلمیٰؓ سے بیان کیا تو انہوں نے یہ مشورہ دیا کیونکہ یہ صلح مسلمانوں پر شاق گزری ہے اس لیے آپ ﷺ کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ خود اس عمل کی ابتداء فرمائیں صحابہ آپ ﷺ کی اتباع فرمائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا سب نے قربانی کی اور سرمنڈوا کر و احرام اتارا۔ ام المومنین ام سلمیٰؓ زہد و تقویٰ اور اخلاق و مروت میں بھی اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز تھیں رسول اللہ ﷺ سے ان کو بہت محبت تھی قرآن حکیم رسول اللہ ﷺ کے طرز اور لہجہ پر پڑھتی تھیں بیماری کے دنوں میں جب آپ ﷺ عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں منتقل ہو گئے۔

تو سیدہ ام سلمیٰؓ اکثر ﷺ کو دیکھنے جایا کرتی تھیں۔ ایک دن جب آپ ﷺ کی طبعیت زیادہ علیل ہو گئی تو صدمہ سے چیخ اٹھیں روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم نے منع فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں۔

طبرانی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے سیدہ زینب بنت جحش کا انتقال ہوا اور سب سے آخر میں سیدہ ام سلمہؓ کا۔ آپ کا انتقال یزید بن معاویہ کے عہدِ خلافت میں ہوا۔

ام المومنین سیدہ زینبؓ بنت جحش:-

زینب بنت جحش آپ ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں ان کا پہلا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے ہوا جو آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے بھی تھے۔ نکاح تو ہو گیا لیکن سیدہ زینبؓ ان کو دل سے قبول نہ کر سکیں آخر کار یہ رشتہ ختم ہو گیا اس واقع کے بعد آپ ﷺ حضرت زینبؓ کی دلجوئی چاہتے تھے مگر اس وقت وہ منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا اللہ عز و جل نے چاہا کہ آپ ﷺ اس معیوب رسم کا خاتمہ اپنے عمل سے کریں چنانچہ بذریعہ وحی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مطلع کر دیا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینبؓ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں گی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کے ذریعے ہی پیام نکاح بھیجا۔ سیدہؓ نے فوری جواب نہ دیا کہا کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے مشورہ کروں گی۔ زینبؓ نے اللہ تعالیٰ سے مشورہ چاہا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی موجودگی میں سرکارِ دو عالم کا نکاح سیدہ زینبؓ

سے کر دیا۔ آسمانوں میں تو اعلان ہو گیا زمین پر تو اعلان باقی تھا چنانچہ جبریل امین وحی لے کر نازل ہوئے۔
 ”پس جب زید زینب سے اپنی حاجت پوری کر چکے اور ان کو طلاق دے دی تو اے محمد ﷺ ہم نے زینب کا نکاح تم سے
 کر دیا“

آپ ﷺ نے اس نکاح کے ولیمہ کا خاص اہتمام فرمایا ایک بکری ذبح کرائی اور لوگوں کو مدعو کیا سیدہ زینب کا مہر چار سو درہم
 باندھا۔ حضرت زینبؓ نہایت متقی پرہیزگار اور سچ بولنے والی ہستی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ عمرؓ ماتی ہیں
 میں نے زینب سے زیادہ دیندار، خدا سے ڈرنے والی اور سب سے زیادہ سچ بولنے والی اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے
 والی اور سب سے زیادہ صدقہ و خیرات کرنیوالی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا
 تو مدینہ کے فقراء و مساکین میں کھلبلی پیدا ہو گئی اور وہ گھبرا گئے۔ سیدہ زینبؓ کا انتقال عمرؓ کے دور خلافت میں ہوا نماز جنازہ حضرت عمرؓ
 نے پڑھائی آپؐ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا
 ام المومنین جویریہؓ بنت الحارث:-

سیدہ جویریہ کا نام برہ تھا رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے جویریہؓ رکھا ان کے والد قبیلہ بنی مصطلق کے سردار تھے۔
 حضرت جویریہؓ کا پہلا نکاح مسفع بن صفوان سے ہوا آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنی مصطلق کے سردار نے مسلمانوں پر حملہ کرنے لیے
 بہت سی فوج جمع کر لی ہے آپ ﷺ نے اطلاع کی تصدیق ہونے پر پیش قدمی فرمائی تیز رفتاری سے چل کر ناگہاں حملہ کر دیا وہ حملہ کی
 تاب نہ لاسکے دس آدمی مارے گئے باقی گرفتار ہو گئے ہزاروں اونٹ اور بکریاں مال غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں
 جویریہؓ بھی تھیں مال غنیمت کی تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں جویریہؓ نے ثابت سے درخواست کی کہ آپؐ فدیہ لے کر
 آزاد کریں انہوں نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتبت کر لی۔ حضرت جویریہؓ کے پاس سونانہ تھا اس لیے مدد کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت
 میں حاضر ہوئیں اور تمام حال کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں اگر تم پسند کرو تو تمہاری طرف سے
 واجب الاداء رقم میں ادا کر دوں اور آزاد کر کے تجھ کو میں اپنی زوجیت میں لے لوں جویریہؓ نے کہا میں راضی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے
 رقم ادا کرنے کے بعد حضرت جویریہؓ کو آزاد کر کے زوجیت میں لے لیا۔ صحابہ کرام کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے بنی مصطلق کے تمام
 قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ ام المومنین عائشہؓ عمرؓ ماتی ہیں ”میں نے جویریہؓ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا کہ
 جن کی وجہ سے ایک دن میں ۱۰۰ گھرانے آزاد ہوئے ہوں“۔ حضرت جویریہؓ نہایت عابدہ زاہدہ تھیں ایک جمعہ آپ ﷺ ان کے
 گھر تشریف لائے تو وہ روزہ سے تھیں آپ ﷺ ایک روزہ رکھنا مکروہ سمجھتے تھے اس لئے پوچھا کل بھی روزہ سے تھیں بولیں نہیں فرمایا
 کل روزے سے رہو گی جواب دیا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر تم کو افطار کر لینا چاہیے۔ ام المومنین حضرت جویریہؓ نے ۶۵ سال کی

عمر میں انتقال فرمایا مردان بن حکم گورنر مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

ام المومنین سیدہ حبیبہ بنت ابی سفیان:-

نام رملہ کنیت ام حبیبہ تھیں آپ ابتداء سے ہی مسلمان تھیں ان کے خاوند عبید اللہ بن جحش نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہجرت حبشہ کی بعد عبید اللہ بن جحش نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا۔ ام حبیبہ کی عدت ختم ہوئی تو نجاشی بادشاہ کے واسطے سے سرکارِ دو عالم ﷺ نے پیام نکاح بھیجا۔ سیدہ نے پیغام نکاح قبول کر لیا۔ نجاشی بادشاہ نے بطور وکیل نکاح کروایا اور چار سو دینار مہر مقرر کیا۔ ولیمہ کے کھانے کا اہتمام بھی کیا پھر ثریل بن حسنہ کے ساتھ سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔

ام حبیبہؓ کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے بہت محبت تھی یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل ابوسفیان مدت صلح بڑھانے کے لئے مدینہ آئے تو ملنے کے لئے اپنی بیٹی کے پاس بھی گئے۔ ام حبیبہؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو سیدہؓ نے فوراً بستر سمیٹ لیا۔ ابوسفیان سخت برہم ہوئے۔ ام حبیبہؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر ایک مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔

سیدہؓ نظرِ تاناہایت نیک مزاج تھیں۔ ام المومنین ام حبیبہؓ نے ۴۴ھ میں مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کے بھائی معاویہؓ کا زمانہ خلافت تھا۔

ام المومنین سیدہ صفیہؓ بنت حی:-

اصل نام زینب تھا غزوہ خیبر میں سرکارِ دو عالم کے حصے میں آئیں تھیں عرب میں مال غنیمت میں ایسے حصے کو جو امام یا بادشاہ کے حصے میں آتا تھا اسے صفیہ کہتے تھے اس لیے آپ صفیہؓ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ حضرت صفیہؓ قبیلہ بنو نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں جو ہارون علیہ السلام کے اولاد میں سے تھا والدہ رئیس قریظہ کے سردار کی بہن تھیں۔ حضرت صفیہؓ کا خاوند جنگ خیبر میں مارا گیا یہ قیدی ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت صفیہؓ وحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں دوسری لونڈی عنایت فرمادی اور صفیہؓ کو آزاد فرما کر نکاح فرمایا۔ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے تین دن ولیمہ کیا ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا۔ زوجیت رسول ﷺ میں آنے کے بعد ایک دفعہ آپ نے ان کی آنکھ میں ایک سبز نشان دیکھا تو پوچھا یہ سبزی کیسی ہے؟؟

جواب دیا کہ ایک روز میں اپنے شوہر کی گود میں سر رکھ کر سو رہی تھی میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں آگرا ہے۔ یہ خواب میں نے اپنے شوہر کو سنایا۔ اس نے زور سے میرے تھپڑ مارا۔ اور کیا تویشرب کے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے اشارہ آپ ﷺ کی طرف تھا۔ یہ نشان الہی۔ کا ہے۔ سیدہ صفیہؓ فرماتی ہیں جب میں قیدی کی حیثیت سے آئی تو آپ ﷺ سے زیادہ ناپسندیدہ انسان میری نگاہ میں کوئی نہیں تھا پھر آپ ﷺ کی شخصیت اور اخلاق کا وہ اثر مجھ پر پڑا کہ آپ ﷺ سے زیادہ اور کوئی محبوب میری نگاہ میں

نہیں تھا۔

سیدہ صفیہؓ خیبر سے مدینہ آئیں تو حارثہ بن نعمان کے مکان پر اتاری گئیں ان کے حسن و جمال کا چرچا سن کر انصار کی عورتیں دیکھنے کے لئے آئیں سیدہ عائشہ صدیقہؓ بھی نقاب اوڑھے آئیں۔ انہیں دیکھنے آئیں۔

سیدہ صفیہؓ کو آپ ﷺ سے بہت زیادہ محبت تھی جب آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی تو آپ ﷺ کی تکلیف کو شدت سے محسوس کیا حسرت سے کہا کہ کاش آپ ﷺ کی بیماری مجھے لگ جاتی۔ تمام ازواج نے حضرت صفیہؓ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بخدا صفیہؓ سچ کہہ رہی ہے“

سرور کائنات ﷺ حضرت صفیہؓ کی بہت تکریم فرماتے ایک مرتبہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں آپ ﷺ اعتکاف فرماتے تھے صفیہؓ ان سے ملنے کے لئے گئیں۔ کچھ وقت مصروف گفتگو رہیں پھر اٹھ کر گھر جانے لگیں تو آپ ﷺ انہیں گھر تک چھوڑنے آئے۔ حضرت صفیہؓ صاحب علم متحمل مزاج اور بڑی سلیقہ شعار تھیں کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں تحفہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ ان کے کھانے کی تعریف فرمایا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ صفیہؓ کو حسن و جمال بھی خوب عطا فرمایا تھا قامت کم تھی مگر چہرہ نہایت حسین تھا۔ آپؓ نے رمضان المبارک میں ۵۰ھ میں وفات پائی اور آپؓ کی عمر مبارک ۶۰ برس تھی۔

ام المومنین سیدہ میمونہ بنت الحارث:-

نام برہ تھا رسول اللہ ﷺ نے تبدیل فرما کر میمونہؓ رکھا۔ سیدہ میمونہ عبد اللہ بن عباس اور خالد بن ولید کی حقیقی خالہ تھیں پہلے خاندان کے انتقال کے بعد ۷ھ میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ میمونہؓ سے ۱۴۶ احادیث مروی ہیں فقہی مسائل دریافت کرنے کے لئے صحابہ کرام آپؓ سے رجوع فرماتے۔ آپؓ رسول خدا کے عمل کی روشنی میں ان کا جواب عنایت فرماتیں۔

حضرت میمونہؓ پر ہیز گار اور خوف خدا رکھنے والی ہستی تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

میمونہ ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں حضرت میمونہؓ غلام خرید کر آزاد کرنے کا شوق رکھتی تھیں ایک مرتبہ ایک لونڈی کو آزاد کیا تو آپ ﷺ نے بڑے ثواب کی نوید سنائی ام المومنینؓ کبھی کبھی قرض بھی لے لیتی تھیں، چنانچہ ایک مرتبہ قرض لیا رقم کچھ زیادہ تھی کسی نے پوچھا آپؓ کس طرح ادا کریں گی فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو حق تعالیٰ خود اس کا قرض ادا فرمادیتے ہیں۔ سیدہ میمونہؓ کا ۵ھ ہجری میں انتقال ہوا۔

عبد اللہ بن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ ہیں جنازہ زیادہ حرکت نہ دو ادب کے ساتھ لے کر چلو۔

سیدہ ماریہ قبطیہؓ:-

صلح حدیبیہ کے بعد جب کفار کے حملوں سے مسلمان محفوظ ہو گئے تو آپ نے نواح عرب کے حکمرانوں اور سرداروں کو اسلام کی دعوت کے خطوط ارسال فرمائے عزیز مصر مقوقس کو حضرت حاطبؓ کے ہاتھوں خط بھیجا گیا۔ شاہ مقوقس حضرت حاطبؓ سے عزت سے پیش آیا اور والا نامہ کا جواب نہایت احترام سے بھجوا یا ساتھ ہی تحائف بھی بھجوائے ان تحائف میں ایک ہزار مثقال سونا، بیس سفید کپڑے کے تھان اور آپ ﷺ کی سواری کے لئے ایک نچر دلدل نامی ارسال کیا۔

ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن سیرین کو بطور ہدیہ آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا سیدہ ماریہؓ سفید رنگت کی حامل نہایت حسین و جمیل خاتون تھیں سیدہ ماریہؓ کے لطن سے آپ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیمؓ کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ فرمایا۔ عقیقے میں دو مینڈھے ذبح فرمائے بچے کا سر منڈایا۔ بالوں کے برابر چاندی تول کر صدقہ کی گئی اور بال زمین میں دفن کر دیئے گئے ابراہیمؓ سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انتقال کے وقت ابراہیمؓ سرکارِ دو عالم ﷺ کی گود میں تھے بچے نے آپ ﷺ کے ہاتھوں میں جان دی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے فرمایا

”بجدا ابراہیمؓ تمہاری موت سے نہایت غمگین ہیں آنکھ رو رہی ہیں اور دل غمزدہ ہے مگر ہم زبان سے ایسی کوئی بات نہ کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی نہ ہو“

حضرت ماریہ قبطیہ کا انتقال سیدنا عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ہوا قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اپنی عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

مسز نورین تصدق۔۔ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ تاریخ

فاطمہؓ میرا حبیبؓ کترا ہے

ام ایہا سیدۃ النساء العالمین فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت محمد (ﷺ)

شجرہ نسب:۔ والد کے اجداد

عدنان، کنانہ، معد، نضیر، نزار، مالک، مضر، فہر، الیاس، غالب، لوئی، کعب، کلاب، قصی عبد مناف، ہاشم، عبد المطلب، عبد اللہ، محمد (ﷺ)،

فاطمہ (رضی اللہ عنہا)

والدہ کے اجداد

روامہ، عبد العزی، ہرام، اسد، زائدہ، خویلد، خدیجہ (رضی اللہ عنہا)، فاطمہ (رضی اللہ عنہا)

اس شجرہ نسب سے معلوم ہوتا کہ جگر گوشہ رسول نجیب الطرفین اور خوشحال خاندان کی بیٹی تھیں۔

تعارف:۔

حضرت فاطمہؓ کی پیدائش میں مورخین کا اختلاف ہے مگر ۶۰۵ء پر زیادہ اتفاق ہے۔ جمادی الثانی کی ۲۰ تاریخ بروز جمعہ

المبارک بوقت طلوع آفتاب فاطمہ پیدا ہوئیں۔ والد نے نام فاطمہ رکھا جس کا مطلب ہے، جدا، انمول، الگ، رسول اللہ (ﷺ) نے بچی

کو دیکھا، گود میں لے کر پیشانی کو بوسہ لیا اور ام المومنین خدیجہؓ سے فرمایا

”تیری بیٹی دنیا کی بزرگ ترین عورتوں میں سے ہے“ (مسلم)

سیر کی تمام کتب اس پر متفق ہیں فاطمہؓ عادات، گفتار و کردار میں سب سے زیادہ رسول اللہ (ﷺ) سے مشابہ تھیں ام المومنین

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”میں نے طور و طریق کی خوبی، اخلاق و کردار کی پاکیزگی، نشت و برخواست، طرز و گفتگو اور لب و لہجہ میں رسول

اللہ (ﷺ) کے مشابہ فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا“

ام المومنین ام سلمہؓ کا قول ہے ”چلنے اور بولنے میں فاطمہؓ رسول اللہ (ﷺ) کا بہترین نمونہ تھیں“

سیدہ بچپن ہی سے عام بچیوں سے برعکس سنجیدہ، متین اور صابر تھیں۔ ننھی سیدہ اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ساتھ

شعب ابی طالب میں محصور کی کا زمانہ صبر و استقامت سے گزرا۔ سیدہ غیبت سے پاک تھیں۔ ایک مرتبہ چند خواتین جمع ہو کر کسی کی

غیبت کر رہی تھیں۔ آپؓ بے ساختہ محفل سے یہ کہہ کر اٹھ گئیں کہ میرے والد گرامی نے غیبت کرنے اور سننے سے منع فرمایا ہے۔

کفار و مشرکین کی چیرہ دستیوں کے دوران آپؓ نے اپنے والد گرامی کا بھرپور ساتھ دیا اور ان کی دلجوئی کی۔ سیدہ ابھی چھوٹی عمر کی تھیں

کہ حرم کعبہ میں حالت سجدہ میں عقبہ بن معیط نے نبی اکرم (ﷺ) پر اوجھڑال دی سیدہ نے آپؓ کی پشت مبارک سے بھاری بھر کم اوجھ

گرائی اور سر مبارک کو صاف کیا اسی طرح سفر طائف سے واپسی پر جب رسول اکرم (ﷺ) رخصوں سے ٹڈال گھر آئے تو سیدہ نے اس

وقت تک خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جب تک زخم مندمل ہو کر آپ ﷺ کی صحت مکمل بحال نہ ہو گئی۔ اس طرح احد کے میدان میں آپ ﷺ کی تیمارداری کی۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے وصال کے بعد گھرداری اور بچیوں کی خاطر حضرت خولہ بنت حکیم کی تحریک پر حضرت محمد ﷺ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا جو قدیم الاسلام خاتون تھیں۔ اس سے پیشتر حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہؓ اور ام ہانیؓ سیدہؓ کی تربیت کی۔ انہیں گھرداری کے امور پر مکمل عبور حاصل تھا۔ سیدہؓ کا اپنی سوتیلی ماں سے حسن سلوک بے مثل تھا مثلاً حضرت سودہؓ کے کہنے پر جھاڑو لگاتیں حضرت صدیقہؓ کے کہنے پر ہاتھ سے گھر کی دیواریں لپ دیتیں۔ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے برتن دھوتیں۔ ام سلمہؓ کی طبیعت کی ناسازی پر ان کی تیمارداری کرتیں۔

القابات و کنیات :-

کنیات	القابات
ام ایہیا	زہرا
ام الحسنین	طاہرہ
ام الحسن	راضیہ
ام الحسین	مرضیہ
ام الائمہ	ذکیہ
	طیبہ
	صدیقہ
	بتول
	مبارکہ
	محدثہ

خصائص و خصائل فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سیدہؓ تمام مسلمان عورتوں کے لئے رول ماڈل کا درجہ رکھتی ہیں۔ صاحب علل الشرائع حضرت علیؓ کے الفاظ یوں نقل کرتا ہے باوجود انتہائے عبادت و ریاضت کے سب سے زیادہ تعجب انگیز بات جو میں نے فاطمہؓ میں دیکھی وہ یہ تھی کہ اس نے میرے حق میں کبھی ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا۔

ایک مرتبہ سیدہؓ بیمار تھیں اور آیت تیم نہ اتری تھی کہ اسی حالت میں انہوں نے وضو کیا اور نماز کو کھڑی ہوئیں مجھے اس رات نیند نہ آئی یہاں تک موذن نے اذان صبح دی اور میں نماز کو چلا گیا واپس آ کر دیکھا سیدہؓ نماز سے فارغ ہو کر چکی پیس رہی تھیں میں نے کہا ”اے بنت رسول ﷺ تھوڑی دیر آرام کر لو ایسا نہ ہو کہ مرض اور ترقی کر لے“ فاطمہؓ نے مسکرا کر جواب دیا ”دونوں کام ایسے نہیں کہ مرض کو ترقی دیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور آپؐ کی خدمت مرض کا بہترین علاج ہے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی وجہ موت ہو تو اس سے بہتر اور کیا موت ہو سکتی ہے“

صاحب ناخ التواريخ ایک واقعہ نقل کرتا ہے کہ ایک موقع پر پورا ایک دن اور ایک رات بغیر کچھ کھائے بسر ہو گیا، دوسرے روز سہ پہر کو حضرت علیؑ کچھ سامان لائے جیسے ہی سیدہ کھانا تیار کیا فقیر نے صدادی۔ انہوں نے وہ کھانا جو اپنی خاطر رکھا تھا اور یہ آیت پڑھی **وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَبِّهِ مَسْكِينًا وَيَتِيمًا وَاسِيرًا** اور سب کھانا فقیر کو دیا۔ صاحب علل الشرائع امام حسنؑ کے الفاظ اپنی مادر گرامی کے بارے میں نقل کرتے ہوئے میں نے اکثر نماز عشا کے بعد اپنی محترم والدہ کو نماز صبح تک عبادت میں دیکھا وہ گریہ کرتیں اور خوف خدا سے استقدر روتی تھیں کبھی بندھ جاتی میں نے کبھی نہ سنا کہ انہوں نے اپنے لئے کچھ مانگا۔ ان کی تمام دعائیں مخلوق خدا کے واسطے ہوتیں۔

جابر عبد اللہ انصاری کا بیان ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؑ کے گھر گئے تو دیکھا ان کے جسم پر اونٹ کی کھال کا ایک لباس ہے جس میں تیرہ پیوند ہیں وہ آٹا گوند رہی ہیں۔ اور کلام اللہ زبان پر تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے اس وقت آنسو رواں ہوئے اور فرمایا ”فاطمہؑ دنیا کی تکالیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی خوشی کا انتظار کر“

سیدہ اکثر مسجد نبوی میں وعظ فرماتیں جو اس قدر پراثر ہوتا کہ لوگوں کی روتے روتے ہنسی بندھ جاتی۔ ملا حسن شیرازی کہتا ہے ”ان کو کلام اللہ پر اس قدر عبور تھا کہ ان کی تمام گفتگو کا مآخذ ہی کلام الہی ہوتا“

آپ ﷺ نے سیدہ سے پوچھا: بیٹی عورت میں سب سے اچھی صفت کون سی ہے، تو جواب ملا ”عورت کی سب سے اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اسے دیکھے“

آٹا پینے کی وجہ سے سیدہ کے ہاتھوں میں گٹھے پڑ گئے تھے اور پانی کی مشک بھر بھر کر سینہ پر نشان پڑ گئے تھے ایک مرتبہ سیدہؑ لونڈی کی طلب کے لئے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں تو جواب ملا بیٹی تم جس چیز کی طلب گار ہو میں اس سے بہتر بتاتا ہوں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لو یہ عمل تمہارے لئے لونڈی اور غلام کے عمل سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔ سیدہؑ نے فرمایا ”میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اسی حال میں راضی ہوں“

نکاح و اولاد:-

سن ۲ ہجری میں سیدہ حضرت علیؑ کے نکاح میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ اولادیں عطا کیں۔ تین بیٹے حسن، حسین، محسن رضی اللہ عنہم اور دو بیٹیاں حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم ۱۱ جمعین سیدہؑ کی تاریخ وصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ ان کا وصال ۳۱ یا ۳۲ جمادی الثانی ۱۱ ہجری میں ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا

سیدہ کی اپنی والدہ سے محبت بے مثال تھی وہ اپنے والدہ کی دیکھ بھال ایسے کرتیں جیسے ایک ماں اپنے بچے کی۔۔۔ اسی بے مثل محبت کے باعث ام لہیا کے لقب سے ملقب ہوئیں۔ آپ ﷺ سیدہ کا چہرہ دیکھ کر تمام رنج و غم بھول جاتے۔ امہات المؤمنین اور صحابہ کرام سیدہ کے وسیلے جلیلہ سے اپنی بات رسول اللہ ﷺ تک اپنی بات پہنچایا کرتے۔

حضرت انس بن مالک اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ چھ یا آٹھ ماہ حضور ﷺ کا یہ معمول رہا کہ فجر کے لئے نکلتے تو سیدہ کے دروازے پر رک کر فرماتے اے اہل بیت! نماز قائم کرو اور پھر سورۃ الاحزاب آیت: ۳۳ تلاوت فرماتے جو آیت تطہیر کہلاتی ہے۔ ابن اثیر، ابن کثیر، سیوطی، طبرانی اور شوکانی نے فتح القدیر میں اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۵۲، رقم: ۳۲۰۶ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۵۹، ۲۸۵، حاکم، المستدرک، ۳: ۲۰۷، رقم: ۴۷۲۸

حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ پر ام سلمہؓ کے گھر آیت تطہیر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ کو بلایا اپنی کملی میں ڈھانپ لیا حضرت علیؓ حضور ﷺ کے پیچھے تھے آپ ﷺ نے انہیں کملی میں ڈھانپ لیا اور فرمایا الہی! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست دور کر اور ان کو خوب پاک و صاف کر دے۔“

طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۲۵، رقم: ۸۲۹۵

بیہقی، الاعتقاد: ۳۲۷

خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۱۲۶

عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۱۳۸

شوکانی، فتح القدیر، ۴: ۲۷۹

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان کے ایک فرشتے نے میری زیارت نہیں کی تھی پس میں نے اللہ سے اس کی اجازت طلب کی اس نے مجھے خوشخبری سنائی کہ فاطمہؓ میری امت کی سب عورتوں کی سردار ہیں۔

بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۱۷، رقم: ۵۹۲۸

مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۰۵، رقم: ۲۳۵۰

المستدرک حاکم، سنن نسائی اور طبقات ابن سعد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”اے فاطمہ! کیا تو نہیں چاہتی کہ تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس امت کی تمام عورتوں اور مومنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو!“

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی کا نام فاطمہؓ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ

نے اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ ابن عباس نے یوں روایت کیا کہ اللہ تمہیں (فاطمہؓ) اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔

طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۲۱۰، رقم: ۱۱۶۸۵

حاکم، المستدرک، ۳: ۱۶۵، رقم: ۴۷۲۶

اور عبد اللہ بن مسعود سے یوں روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بے شک فاطمہؓ نے اپنی عصمت اور پاکدامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے محفوظ فرما دیا ہے“

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ سے فرماتے: (فاطمہ! میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں)“

حاکم، المستدرک، ۳: ۱۷۰، رقم: ۴۷۴۰

مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میری جان کا حصہ ہے پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے

مجھے ناراض کیا“

۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۶۱، رقم: ۳۵۱۰،

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۷۴، رقم: ۳۵۵۶،

۳۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۰۳، رقم: ۲۴۴۹

ابن ابی شیبہ نے المصنف (۶: ۳۸۸، رقم: ۳۲۲۶۹) میں یہ حدیث حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔

سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ابی داود، جامع ترمذی، مسند احمد بن حنبل نے درج بالا قول رسول اللہ ﷺ الفاطمہ بضعة منی نقل

کیا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تیری (فاطمہؓ) ناراضگی پر ناراض اور تیری رضا پر

راضی ہوتا ہے۔“

۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۶۷، رقم: ۱۸۳۱،

۲۔ ابن جوزی، تذکرۃ الخواص: ۹۷،

۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۲: ۴۶۸

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا وہ منافق ہے“

اس حدیث کو سیوطی، ابن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے المختصر مقام و مناقب فاطمہؓ بے مثل ہیں حضور ﷺ آمد

سیدہؓ پر کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ حضرت ثوبانؓ (حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام) روایت کرتے ہیں جو سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل میں موجود ہے کہ سفر مصطفیٰ ﷺ کی ابتداء اور انتہاء سیدہؓ کے گھر سے ہوتی۔ اسی مضمون کی حدیث ابن عمر اور ابن عباس نے بھی روایت کی ہے۔

اقبال شان سیدہؓ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز	از سہ نسبت حضرت زہراء عزیز
نور چشم رحمۃ للعالمین	آں امام اولیں و آخرین
آں کہ جاں در پیکر گیتی دمید	روزگار تازہ آئیں آفرید
بانوئے آں تاجدار ہل اتی	مرضی مشکل کشا شیر خدا

ایک مرد کو تعلیم دے کر آپ صرف ایک فرد
کو تعلیم دیتے ہیں ایک عورت کو تعلیم دے کر
آپ ایک کنبہ کو تعلیم یافتہ بناتے ہیں
میکلور

مسلم عورت کے بارے میں یورپ کے تحفظات اور ان کا جواب مسز غزالہ ہارون اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات فارسی میں عورت کا مطلب ہے حیا اور عربی میں اس کا مطلب ہے چھپی ہوئی چیز، عورت، قدرت کا انمول تحفہ ہے۔ یہ متا کا ساگر ہے تو محبت کا دریا بھی اگر عورت بنی ہے تو ماں باپ کے لیے خود کو قربان کر کے اس کی عزت پر آنچ نہ آنے دینے والی، بہن ہے تو خوشی خوشی اپنی جاگیر بھائی کو دینے والی، بیوی ہے تو شوہر کو فقیر سے بادشاہ بنادیتی ہے۔ اور یہی عورت جب ماں بنتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی متا کو اپنی محبت کے مثل بتاتا ہے۔ پوری دنیا ہر سال ۸ مارچ کو دو من ڈے کے طور پر مناتی ہے۔ اس دن اس کی آزادی، اس کی خواہشوں اور اس کے حقوق کا زور و شور سے دفاع کیا جاتا ہے۔ اہل مغرب کا خیال ہے کہ ان کے ہاں عورت آزاد اور اپنے حقوق سے آگاہ ہے۔ اب یہ آگاہی باقی تمام دنیا سے خاص طور پر مسلمان عورتوں کو دی جائے۔ تاکہ وہ اپنی آزادی کی جنگ لڑ سکیں۔ اہل مغرب کا پہلا خدشہ مسلم عورتوں کے بارے میں یہ ہے۔ اسلام عورتوں کو ان کے گھروں میں قید رکھتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک

میں ہے۔ ”وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجہالیۃ الاولیٰ“

اور گھر میں لگی رہو اور زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی مانند اپنی جج دھج نہ دکھاتی پھرو“

اس آیت مبارکہ کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ اپنی جائز ضروریات کے لیے گھر سے باہر جا ہی نہیں سکتی۔ عورت اپنے آپ کو ڈھانپ کر میدان جنگ میں جاسکتی ہے۔ عید گاہ میں جا کر خطبات سن سکتی ہے۔ ضرورت پڑنے پر اپنے معاشی ضروریات کے لیے کسب معاش کر سکتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن اس طرح باہر نکلتا جس طرح مغربی عورت باہر نکلتی ہے۔ تو افسوس مسلم عورت ایسا نہیں کر سکتی۔ کیا آپ محسوس نہیں کرتے کہ ماڈرن عورت کے اس طرح نکلنے سے ان کا معاشرہ تہذیبی اور اخلاقی اعتبار سے تباہی کے دہانے پر جا پہنچا ہے۔

آج مغربی میڈیا چیخ چیخ کر عورت کو گھر پر رہنے پر مجبور کر رہا ہے۔ پرکشش انعامات کا لالچ دے کر ان کو ایک سے زائد بچے پیدا کروانے پر آمادہ کیا جا رہا ہے۔ آج مغربی خاوند اور بیوی دونوں جاب کے لئے گھر سے باہر نکلتے ہیں تو والدین کو اولڈ ہوم میں اور بچوں کو ڈے کیئر سینٹر چھوڑ کر اپنا فرض پورا کر دیتے ہیں۔ اور سال میں ایک دفعہ father day اور mother day منا کر بیٹیاں بیٹی ہونے کا حق ادا کر دیا جاتا ہے۔ اسلام نے ”قرن فی بیوتکن“ کہہ کر عورت کو گھر کی رانی بنادیا۔

مرد کو کفالت کا ذمہ دار بنا کر عورت کو فکر معاش سے آزاد کر دیا تاکہ آنے والی نسلوں کو بہترین گود میسر آ سکے۔ تاکہ اس کی گود سے شیخ سعدی و رومی اور امام غزالی جیسے اشخاص جنم لے سکیں۔ جبکہ مغرب نے برابری کے چکر میں عورت کی نسوانیت چھین لی ہے۔ قطع نظر اس کے دونوں صنفوں کا جسمانی سٹرکچر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس کو معاشی میدان میں مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا۔ اگر ایمانداری سے دیکھا جائے تو ”قرن فی بیوتکن“ سے مسلم عورت سراسر فائدے میں ہے۔

مغربی دانشوروں کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے عورت کو چادر یا برقعے میں ملفوف کر دیا ہے۔ اس پردے کے ساتھ عورت جدید رجحانات کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ ان کی نظر میں پردہ عورت پر بہت بڑا ظلم ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنی قیمتی چیز ہوتی ہے۔ اس کو اتنا ہی سینت سینت کر رکھا جاتا ہے۔ مسلمان عورت ایک عام عورت نہیں ہے۔ عام عمارتوں کو کچڑا نہیں پہنایا جاتا لیکن اگر عمارت خاص ہو تو غلاف کعبہ کی صورت میں کچڑا پہنایا جاتا ہے۔

عام کتابوں پر غلاف نہیں چڑھایا جاتا لیکن اگر کتاب ”قرآن“ ہو تو اس پر غلاف چڑھایا جائے گا۔ اسی طرح ہیرے جواہرات کو کھلے عام نہیں رکھا جاتا بلکہ پوٹلیوں میں بند کر کے تجوریوں میں رکھا جاتا ہے۔ کینڈی ہو یا چاکلیٹ ہو اگر بغیر پپر کے ہو تو ٹھکیاں اس پر ٹوٹ پڑتی ہیں بلکہ اسی طرح جب عورت بغیر پردے کے اپنی سج دھج دکھاتی ہوئی گھر سے باہر نکلتی ہے۔ تو مردوں کی غلیظ اور حریصانہ نگاہیں اس کو آلودہ کر دیتی ہیں۔ اس کا تقدس اور جاذبیت آہستہ آہستہ ختم ہوتی جاتی ہے۔ مسلم عورت کا حجاب اس کو اتنا باوقار بناتا ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر بڑے سے بڑا مرد بھی اس کا احترام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس سے محتاط گفتگو کرتا ہے۔

اہل یورپ کو ایک زعم یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں مرد اور عورت برابر ہیں وہاں ہر وہ کام جو مرد کر سکتا ہے عورت کو کرنے کی آزادی ہے جبکہ مسلم معاشروں میں عورت کو مرد کا غلام بنایا گیا ہے۔ اپنے دلیل کے لیے اس آیت کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

”الرجال قوامون على النساء“

کہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔

اسی آیت کو حوالہ بنا کر اس نے مسلم عورت کو ایک باندی یا کینیز کے روپ میں پیش کیا ہے اور ایسی عورتوں کی تصویریں چن چن کر سوشل میڈیا پر دکھاتی جاتی ہے۔ جن پر مرد کی طرف سے ظلم ہوتا ہے ان کا یہ پردہ پیگنڈا اتنا کامیاب ہے کہ دنیا میں ہر جگہ اسلام کو ایک فرسودہ اور مسلم عورت کو مجبور محض سمجھا جاتا ہے جبکہ اصل حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام نے عورت کو جتنی فضیلت اور درجہ دیا ہے۔ وہ تو مغربی عورت کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے۔

ایک پیغمبر کی ماں حضرت حاجرہ اپنے بیٹے کی پیاس بجھانے کے لیے دو پہاڑوں پر دوڑتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل اتنا پسند آتا ہے۔

کہ اس کو حج کا حصہ بنا دیا۔ حسن خلق کے اعتبار سے مسلم عورت کو مرد سے تین گنا فضیلت دی گئی اگر مسلمان عورت بیوی ہے تو اس کے لیے ”ھن لباس لکم و انتھ لباس لھن“ کہہ کر میاں اور بیوی کو برابر کے حقوق دے دیئے گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے نیک بیوی کو دنیا کا سب سے خوبصورت تحفہ قرار دیا۔ اگر مسلمان عورت ماں ہے تو اس کا درجہ اتنا بلند کر دیا گیا کہ مرد اس کے مقام کو بھی نہیں پاسکتا۔ ”الجنة و تحت اقدام الامهات“ یعنی جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

یہ وہ مقام ہے جو ولیوں اور اولیاء کو بھی نمل سکا۔ ”عقوق الامہات حرام“ کہہ کر ماں کی فرمانبرداری اور حسن سلوک پر مہر ثبت کر دی اگر مسلمان عورت ایک بیٹی ہے تو اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے رحمت قرار دیا گیا۔ اس کو وراثت کا حقدار ٹھہرایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کا اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کے احترام میں کھڑے ہو جانا، ان کو بوسہ دینا مسلم عورت کی توقیر کے لئے کافی ہے۔

اہل یورپ کا مسلم عورت کے بارے میں ایک اعتراض یہ ہے کہ مسلمان عورت کو ناقص العقل سمجھتے ہیں کیونکہ عورت کی گواہی کو مرد سے آدھی رکھی گئی ہے۔ حالانکہ قرآن پاک میں واضح طور بتا دیا گیا ہے۔ کہ یہ گواہی صرف اس لیے آدھی رکھی گئی ہے۔ کہ عورت بچوں کی پرورش، گھریلو ذمہ داریوں کی بناء پر اگر کچھ بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلادے آج مغرب کے محقق خود دنیا کو آگاہ کر رہے ہیں۔ کہ مرد کے دماغ کا وزن عورت کے دماغ کے وزن سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسلام نظام عدل کو ٹھیک ٹھیک بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے لمحہ بھر کوتاہی کا قائل نہیں اس لئے اس نے ٹھیک ٹھیک گواہی کے لئے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی رکھی۔ ویسے بھی جس شخص کے خلاف گواہی دی جاتی ہے۔ وہ اکثر اپنے گواہوں کا دشمن بن جاتا ہے۔ مرد تو اپنی جسمانی طاقت کی وجہ سے اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ جبکہ دو عورتیں مل کر اپنا اچھے سے دفاع کر سکتی ہیں۔

مغربی تہذیب اور آزادی ان علمبرداروں نے عورت کو پوری دنیا میں تماشنا کر رکھ دیا ہے۔ ہر اشتہار میں عورت کو زبردستی گھسیٹا جاتا ہے۔ اہل مغرب، مرد کے لباس کو مکمل کرتے جا رہے ہیں اور عورت کے لباس کو مختصر کرتے کرتے اس کو بالکل برہنہ ہی کر دیا گیا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ یہ عریانی اور فحاشی کو ترقی کا نام دیا گیا ہے۔ اگر یہی ترقی ہے تو پھر یہ کتے اور بلیاں ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ مرد اور عورت دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ نسل انسانی کے بقا کے لیے دونوں ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں۔ ۳۶۵ دنوں میں گھر کی ذمہ داری اٹھاتی ہیں۔ پھر صرف ۸ مارچ ہی کیوں Women Day کے طور پر منائی جاتی ہے۔

Men day کیوں نہیں منایا جاتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے عورت کو وہ تمام حقوق دے دیئے ہیں۔ جو اس کے لئے ضروری ہیں۔ مسئلہ تو صرف اور صرف مردوں کا ہے۔ جو عورتوں کے حقوق غضب کرتا ہے۔ ان پر ظلم کرتا ہے ان کو وراثت کا حق نہیں دیتا، اپنی ذاتی دشمنی پر عورت کو بھیٹ چڑھاتا ہے۔ یہ مرد ہی ہیں جو نئی شادیاں کرتا جاتا ہے اور پرانی بیویوں کو بھولتا جاتا ہے۔ یہ مرد ہی ہیں جس نے اپنی ہوس پوری کرنے کے لئے عورت کو شمع محفل بنا دیا ہے۔ اس لئے مردوں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے مردوں کو سچا اور پاک عملی مسلمانوں بنایا جائے۔ جس دن مرد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات پر عمل پیرا ہو جائے گا یقیناً جاپے وہی دن عورت کی آزادی کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اہل مغرب کو بھی یہ فکر وادراک دے تا کہ مغربی عورت بھی حقیقی معنوں میں آزادی کا مفہوم سمجھ سکے۔

گوشهٔ پزیرائی



شہر کا تبدیل ہونا شاد رہنا اور اُداس
رونقیں جتنی یہاں ہیں عورتوں کے دم سے ہیں



عورت کے دم سے سارے جہاں کا عروج ہے
عورت کے دم سے شہر جفا کا عروج ہے

پروفیسر مسزنز ہت نازلی، عظیم استاد اور اعلیٰ منتظم

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین دہلی محل روڈ بہاولپور

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں تیرے نور سحر سے
خورشید کرے کسب ضیاء تیرے شر سے
ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
دریا متلاطم ہوں تری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجاز ہنر سے

بڑے بڑے ادارے دراصل بڑی بڑی شخصیتوں کے محتاج وفا ہوتے ہیں۔ انسان اداروں کے لئے باعث عظمت ہوا کرتے ہیں ایسی ہی شخصیت کالج ہذا کی پرنسپل، پروفیسر مسزنز ہت نازلی صاحبہ کی ہے اس نابخرو زگار ہستی کا تعارف اگر میں چند لفظوں میں مصور کرنا چاہوں تو کہوں گی کہ

باسلیقہ، باکردار، باحیا و باصفا، خوش گفتار و خوش لباس، خوش وضع، نیک طبیعت، نیک سیرت و نیک طینت بلاشبہ آپ کی ذات ان اوصاف سے متصف ہے یہاں ان کا سراپا نہ لکھوں تو بددیانتی ہوگی آپ:-

”کتابی چہرہ، کشادہ جبین، ستواں ناک، غلافی آنکھیں، گداز ہونٹ، متناسب قد و قامت، ملیح کھلتی ہوئی رنگت اور دلکشا مسکراہٹ، دلآویز خال و خط کی مالک ہیں۔“
بقول شاعر
چراغ جلتے ہیں باد صبا مہکتی ہے
تہہ ہارے حسن تکلم سے کیا نہیں ہوتا

پروفیسر مسزنز ہت نازلی صاحبہ نے ابتدائی تعلیم میٹرک کی سند کے ساتھ گورنمنٹ ایم۔ سی گرلز ہائی سکول تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان سے حاصل کی یہ ادارہ تحصیل بھر میں ہمیشہ اپنے جید، اساتذہ کرام اور ہونہار طالبات کے باعث معروف رہا ہے۔ بین الاقوامی عالمہ مسزنز تاج بدر صاحبہ بھی اسی ادارے کی استاد ہی ہیں۔

پرنسپل صاحبہ کے والدین تعلیم یافتہ، سادہ مزاج، تہذیب و روایات کے پابند اور دینی حمیت کے مالک۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میں بھی یہ ساری خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں نسل نو کی آبیاری میں ان کو ہر ہائے آبدار کا ہمیشہ آپ نے خیال رکھا ہے۔ آپ کی اعلیٰ تعلیم ”ایم۔ اے ہوم اکنائکس“، گورنمنٹ کالج ہوم اکنائکس لاہور سے مکمل ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے فوراً بعد

آپ ۱۳ جون ۱۹۸۷ء کو بطور لیکچرار، گورنمنٹ گرلز انٹر کالج بہاولپور (جو بعد ازاں گورنمنٹ ڈگری کالج دینی محل روڈ میں بدل گیا) میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے لگیں۔

۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر فاروق صاحب کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر ہمیشہ کے لئے بہاولپور اور کالج ہذا کا حصہ ہو گئیں۔ بعض اوقات کچھ اشخاص آغاز سروس ہی سے اپنے کردار و عمل کے ذریعے اداروں کے لیے نہایت اہم ثابت ہوتے ہیں ایسے ہی آپ کالج کونسل کا حصہ بن کر نمایاں کردار کی حامل نظر آتی ہیں کالج کونسل کی ذمہ داریاں ہمیشہ احسن طریقے سے ادا کرتی رہیں اور اس طرح ہوم اکنامکس کی تدریس کا کام بھی پورے انہماک کے ساتھ جاری رکھتے ہوئے ۱۹۹۳ء میں آپ نے اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر ترقی پائی اور اپنی صلاحیتوں کو سلیکشن کے ذریعے منوایا۔ ۲۰۰۸ء میں آپ نے انیسویں گریڈ میں ترقی پا کر ایک مرتبہ پھر سلیکشن کے ذریعے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور ساتھ ہی ۲۰۱۰ء سے وائس پرنسپل کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھالیا ۲۰۱۳ء کو آپ نے ۲۰ ویں گریڈ میں ترقی پائی اور ۲۰۱۵ء کو انچارج پرنسپل کی ذمہ داریاں بھی آپ کے کندھوں پر آن پڑیں۔ ۲۰۱۷ء کو باقاعدہ پرنسپل کا چارج سنبھال کر ادارے کے لئے اپنی بہترین صلاحیتوں کا شاندار نظریقے سے اعادہ کیا اس دوران بہاولپور بورڈ کا اضافی چارج بھی کچھ عرصہ کے لیے سنبھالا اور انتظامی امور کی ادائیگی کے بوجھ کے باعث بورڈ کا چارج چھوڑ دیا اور پوری تندرہی کے ساتھ کالج ہذا کی پرنسپل ہونے اور ایک قابل استاد ہونے کا فرض ادا کیا۔

اگر ہم آپ کی ملازمت اور ترقی کے سفر کا اجمالی جائزہ لیں تو نقشہ کچھ یوں ہوگا

۱۳ جون ۱۹۸۷ء	ملازمت کا آغاز سے
۱۹۹۳ء	اسسٹنٹ پروفیسر
۲۰۰۸ء	ایسوسی ایٹ پروفیسر
۲۰۱۲ء	پروفیسر
۲۰۱۰ء	وائس پرنسپل
۲۰۱۵ء تا ۲۰۱۷ء	انچارج پرنسپل
۲۰۱۷ء تا حال	پرنسپل

آپ ایک ذہین و فطین اور محنتی طالب علم رہیں یہی وجہ ہے کہ جب استاد کا عہدہ ودیعت ہوا تو اپنی ان تھک محنت اور کوشش سے مساعی جلیلہ کو جاری رکھا۔ ۲۰۰۳ء میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے ہوم اکنامکس سلیبس کی تشکیل و ترتیب کے لئے قومی سطح پر نمائندگی کرتے ہوئے اپنے فرائض منصبی ادا کیے۔ اسی طرح متعدد بار آپ نے ہوم اکنامکس کالج کے لئے ملک سطح پر کانفرنسز میں

شرکت کرتے ہوئے اپنے مضمون کو بے پایاں تقویت پہنچائی۔

دورانِ سروں ایک اعلیٰ ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ طالبات اور ادارے دونوں کی بہتری کے لئے نمایاں اقدامات کامیابی کے ساتھ سرانجام دیئے نصابی سرگرمیوں کی سطح پر ہوم اکنامکس کے تربیتی مراحل میں طالبات کو پھولوں کی نمائش کا ایسا گر سکھایا کہ ادارے میں ڈسٹرکٹ اور ڈویژن کی سطح پر کئی انعامات حاصل کیے گئے آپ کی ذاتی اور خصوصی محنت کے باعث ہاتھ سے بنی ہوئی دستکاری کی نمائش کے ذریعے طالبات کسبِ ہنر بھی کرتی ہیں اور ادارہ کے فنڈز میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح ہر سال کالج کے سالانہ فن فیئر پر ہوم اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے طالبات آپ کی رہنمائی میں ہاتھوں سے سستی اور گھریلو استعمال کی اشیاء بنا کر کالج کے لئے اپنی مدد آپ کا سامان بہم پہنچاتی ہیں۔

کالج میں طالبات کی بہتری اور بہترین نتائج کے حصول کے لئے والدین کے ساتھ رابطوں کا سلسلہ بھی آپ نے دراز کیا۔ پرائیویٹ بورڈ کے ذریعے طالبات کی ذہنی پرداخت اور دینی تربیت کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے بار بار ٹیسٹ لے کر سائنس مضامین میں نتائج کا حصول ممکن بنایا جاتا ہے طالبات کی حاضری کو یقینی بنانے کے لئے آپ کی ان تھک محنت اور کوشش قابل ستائش ہے طالبات میں ذوقِ شعر، ذوقِ مطالعہ اور تقاریر کی صورت میں چھپے ہوئے ٹیلنٹ کو نمایاں کرنے پر آپ کی مسلسل توجہ قوم کی بیٹیوں پر احسان ہے۔

آپ نے یوتھ موبلائزیشن کے تحت ”گرین اینڈ کلین پاکستان“ کا نہایت خوبصورت کام جاری و ساری رکھا ہے جس کے ذریعے کالج کے ویرانہ کوئے اور جگہیں خوبصورت مناظر پیش کرتے ہیں۔ کالج کے حسین سبزہ زار، ان میں کھلے ہوئے گلاب و موگرا، ان کی بالترتیب باڑیں، خوبصورت تراشیدہ روشیں جنہیں دیکھ کر اہل ذوق کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے کالج میں شجر کاری مہم کو زور شور سے منایا جاتا ہے اور سینکڑوں پودے لگائے جاتے ہیں۔

کالج طالبات کے ترتیب دیئے گئے پروگرام میں شرکت کر کے حوصلہ افزائی کرنا، یومِ اقبال پر وگرام کی ترتیب سے لے کر پیش کش تک اساتذہ کے ساتھ تعاون کرنا، کلامِ اقبال کے چناؤ میں اپنے ذوقِ جمال کا خصوصی مظاہرہ کرنا، یومِ سرسید احمد خان پر اپنے مشورے اور معلومات کے ذریعے فنکشن کا کامیاب کرنا، مشاعرہ جات اور یومِ قائد پر خصوصی توجہ دینا، اس طرح یومِ پاکستان، سپورٹس ڈے پر آپ کی مساعی اور رہنمائی دونوں ہی آپ کی دانش کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ طالبات کے سیشن کے آغاز پر خصوصی طور پر اجتماع کے ذریعے کالج روایات و اقدار پر روشنی ڈالتے ہوئے طالبات کو حب الوطنی اور حبِ علم کا درس دینا آپ کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ کسی بھی پروگرام کی تیاری میں اسٹیج کی تیاری سے لے کر آخری کڑی تک کا جائزہ لینا ایسی تنہا محنت اور سلیقہ باخدا آپ ہی کی ذات کا حصہ ہے جس کی وجہ سے یہ ادارہ ڈویژن بھر میں نمایاں اور قابلِ مثال ہے۔

محترمہ طالبات کی ذہنی پرداخت اور معاشرتی اقدار کی ثمروری پر خصوصی نظر رکھتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ادبی سوسائٹی اردو انگریزی شعبہ کے اساتذہ کے زیر نگرانی مختلف مسائل بحث و تقاریر کی صورت پیش کیے جاتے ہیں اور طالبات میں قومی ہم آہنگی پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ادبی مذہبی محافل کا بطور خاص انعقاد کیا جاتا ہے تاکہ اخلاق حسنہ کی تربیت ہو سکے اس کے ساتھ ساتھ آپ طالبات کی عمومی صحت پر بھی توجہ مرکوز رکھتی ہیں یہی وجہ کالج ڈسپنسری فعال کردار ادا کر رہی ہے۔ اور طالبات روز افزوں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں۔

آپ کی خصوصی توجہ کے باعث اردو ادبیات کی کتب اور لائبریری کے ذخیرہ کتب میں اضافے کا باعث بنتی ہیں آپ سوشل ورک ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے غریب اور نادار طالبات کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت فنڈ جمع کروانے میں حوصلہ افزائی کرتی ہیں کمپیوٹر لیب پر آپ کی خصوصی توجہ، پرنٹنگ کے لیے لیب کے سامان پر خصوصی نظر رکھنا اور تمام تر مساعی کو طالبات کی بہتری کے لئے استعمال کرنا یہ آپ کا ہمیشہ اولین و طیرہ رہا ہے۔ بلاشبہ مسز زہت نازلی صاحبہ طالبات کے لئے تحفہ خداوندی ہیں اور وہ اپنے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جلیلہ کے ذریعے طالبات کی ذہنی و علمی و روحانی آبیاری میں مصروف عمل ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے ان کے پایہ ثبات میں کبھی بھی لغزش محسوس نہیں کی یہ وجہ ہے کہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ

مطمئن ہوں کہ مجھے یاد رکھے گی دنیا
جب بھی اس شہر کی تاریخ وفا لکھے گی

آپ کالج ہذا کا مجلہ ”عروج“ جس تن دہی محنت اور خلوص کے ساتھ ترتیب دلواتی ہیں یہ ان کی علم دوستی کا بین ثبوت ہے آپ محبت وطن اور علم دوست شخصیت ہیں۔ جب سے آپ نے اس ادارے کا نظم و نسق سنبھالا ہے ادارے کی خوبصورتی ترقی اور بہتری میں نمایاں ترین اضافہ ہوا ہے۔ اساتذہ کرام بہترین ماحول میں کام کرتے ہوئے ماضی کی نسبت آسودگی محسوس کرتے ہیں اور نتائج میں نمایاں فرق کے باعث طالبات کی کارکردگی بہتر سے بہترین ہوتی جا رہی ہے۔

بقول شاعر:-

آپ کیا آئے کہ رخصت سب اندھیرے ہو گئے
اس قدر گھر میں کبھی بھی روشنی دیکھی نہ تھی

خدا آپ کو ان تمام ترکوششوں کا صلہ عطا فرمائے (آمین)

مدیر اعلیٰ
صغریٰ رانا

پروفیسر (ریٹائرڈ) مسز نگہت شاہین

”میری والدہ“

گرفتہ دل تھے، بہت روئے یاد کر کے تجھے
تمام رات نہیں سوئے یاد کر کے تجھے
تیرا وصال کسی داستاں سے کم تو نہ تھا
سنا سنا کے اسے روئے یاد کر کے تجھے

”ماں“ ایک ایسا رشتہ کہ جس کا دنیا میں کوئی نعم البدل ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس رشتے میں اتنی محبت، اتنی عقیدت رکھی ہے کہ سوائے رب العزت اور کسی سے ہو ہی نہیں سکتی۔

میری والدہ قیام پاکستان سے قبل ۱۹۳۲ء میں ہندوستان کے ضلع جالندھر کے شہر ”ہوشیار پور“ میں پیدا ہوئیں۔ والدین نے نام حسن آرا رکھا۔ بلاشبہ وہ اسم با مسمیٰ تھیں یعنی اپنے نام کی منہ بولتی تصویر۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت وہ ۱۵ سال کی ایک خوبصورت دوشیزہ تھیں جنہیں اپنی والدہ اور دیگر اہل خانہ کے ساتھ ہجرت جیسا دشوار گزار سفر طے کرنا پڑا۔ انہوں نے پیدل قافلوں کے ساتھ سفر کیا تھا دوران سفر وہ جن جن اذیتوں سے گذریں بڑے کرب کے لہجے میں بیان کیا کرتی تھیں۔ اسی لئے پاکستان آنے کے بعد وہ اپنے وطن کے بارے میں کوئی غلط بات برداشت نہیں کرتی تھیں گو میرے والد بھی قیام پاکستان کے بعد بڑی مشکلات سے گذر کر پاکستان پہنچے تھے لیکن نہیں سن کر ہمارے سب بہن بھائیوں میں حب الوطنی کے جذبات پیدا ہوئے تھے (اور شاید میرا تاریخ میں ایم اے کرنے کے پس پردہ بھی یہی خیالات ہوں)۔

امی جان کوئی بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون تو نہ تھیں مگر بہت زیادہ مہذب اور اخلاقی اقدار کی پاسداری کرنے والی تھیں۔ میری نظر میں ان کی سب سے بڑی خصوصیت لوگوں کو معاف کرنا تھی۔ وہ کبھی بھی کسی کے خلاف زیادہ دیر تک ناراضگی یا کینہ اپنے دل میں نہیں رکھتی تھیں بلکہ جھٹ سے معاف کر دیتیں ہم اگر کبھی اس پر احتجاج کرتے کہ کیوں۔۔۔؟

جب وہ ہمارے ساتھ مخلص نہیں تو ہم کیوں تو میری والدہ ایک شہرہ آفاق جملہ بولتیں ”چل ہو“ یعنی چھوڑ دو جانے دو دلیل یہ ہوتی کہ وہ ان کا عمل ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ ہم نے ان کو تو راضی نہیں کرنا ہم نے تو اپنے رب کو راضی کرنا ہے۔ وہ اپنے پورے خاندان میں اپنی صلہ رحمی کی وجہ سے ہر دلعزیز تھیں۔ امی جان اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھیں بہت زیادہ لاڈلی تھیں نانی اماں انہیں گھر کا کوئی کام نہ کرنے دیتیں۔ مگر جب ان کی شادی ہوئی تو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے سارے کام سنبھال لیے۔ ہم سات بہن بھائیوں (چار بھائی، تین بہنیں) کی پرورش کے ساتھ ساتھ گھر کے سب کام، سلائی، کڑھائی، بنائی، کھانا پکانا خود کرتی تھیں۔ میرے والد ایک انتہائی ایماندار ریلوے ملازم (اسٹیشن ماسٹر) تھے پوری تنخواہ لا کر میری والدہ کے ہاتھ پر رکھ دیتے اور کہتے

کہ اب پورا مہینہ مجھ سے کوئی اور تقاضا نہ کرنا۔

اور امی جان پورا مہینہ نہایت خوش اسلوبی سے گزارتیں یہ ان کا سلیقہ تھا کہ انہوں نے ہم سب بہن بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور ان کی محنت اور دعاؤں کی وجہ سے ہم سب اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ آپ خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ خوش لباس بھی تھیں بہت نازک سی دھان پان سی تھیں ہر لباس ان پہ جتنا تھا۔

بقول شاعر یاد آتا ہے کسی کا پیر بہن

صبح کی رنگت میں ڈھلنے دے مجھے

سلائی کڑھائی کی ماہر تھیں ان کی کڑھائی کے نمونے آج بھی دیکھیں تو اصل کا گمان ہوتا ہے۔ انتہائی کم عمری سے ہی والدہ کو اردو ادب خصوصاً شعر و شاعری سے گہرا شغف تھا ان کے پاس ایک رجسٹر ہوا کرتا تھا جس میں وہ اپنے پسندیدہ اشعار نظمیں اور غزلیں لکھ لیا کرتی تھیں اس دور میں انہوں نے بطور تخلص اپنے نام کے ساتھ نسرین کا اضافہ کیا اور پھر اپنا نام ”حسن آرا نسرین“ لکھا کرتی تھیں شاید کبھی کبھار چند اشعار خود بھی کہے ان کا ایک خوبصورت شعر تھا۔

مدتوں کشکش یاس و تمنا میں رہے

غم نے جینے نہ دیا شوق نے مرنے نہ دیا

میری شادی سے قبل میرا حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ بڑی بیٹی ہونے کے ناطے سے میرا ان سے بڑا قریبی تعلق تھا۔ میں نے کہیں جانا ہوتا تو وہ میرے ساتھ جاتی تھیں اور اگر میری سہیلیاں میرے گھر آئیں تو کچن میں خاطر تواضع کا انتظام کرنے چلی جاتی اور وہ انہیں اتنی خوبصورت کمپنی دیتیں کہ چند ملاقاتوں کے بعد ان کی دوستی مجھ سے کم اور ان سے زیادہ ہو جاتی وہ کتنی کتنی دیر تک ان سے جو گفتگو ہوتی۔ وہ ہر موضوع پر بڑے اعتماد سے بات کرتیں۔ ان کی آواز میں ایک خاص شیرینی ہوا کرتی تھی۔ والدہ کی سوچ اتنی مثبت تھی کہا گھر ہم کوئی بات جا کر انہیں بتاتے تو وہ کہتیں کہ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں اس کا اچھا پہلو تو یہ ہے جب شادی کے بعد میرا تبادلہ لیاقت پور ہو گیا تو مجھے مجبوراً طبی چھٹی لینا پڑی۔ میں بڑی پریشانی کے عالم میں ان سے کہتی ”امی جان مجھے گھر بیٹھے ایک سال ہو گیا ہے“ تو مسکرا کر کہتیں ”تو کیا ہوا اللہ تعالیٰ نے تمہیں موقع دیا ہے کہ تم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی بہترین پرورش کر سکو“ اور میں لاجواب ہو جاتی۔ ۱۹۹۹ء میں میرے والد کی وفات کے بعد انہیں بہاولپور چھوڑ کر بڑے بھائی ڈاکٹر اعجاز طارق کے پاس اسلام آباد آنا پڑا تو وہ بھی میری طرح بہاولپور کو اور اپنے گھر کو بہت یاد کیا کرتی تھیں۔

وفا شکاری کا یہ عالم تھا کہ ان کی زندگی کا ایک واقعہ مثالی پرائمری سکول میں داخلہ لیا تو اسی روز ایک اور بچی نے بھی اسی سکول میں اسی کلاس میں داخلہ لیا۔ دونوں میں دوستی ہو گئی اور یہ دوستی مرتے دم تک برقرار رہی۔ پرائمری سکول پاس کرنے کے بعد

دونوں کو ہی گھر سے دور پڑھنے کی اجازت نہ ملی لیکن دونوں کی دوستی قائم تھی۔ اور یہ عمر بھر قائم رہی کیونکہ وفات شناس لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

وصال رت میں خیال تیرا اندھیر نگری جمال تیرا
کسے سنائیں کسے بتائیں وفائیں تیری وصال تیرا

جب پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہو گیا اور انہیں اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان آنا تھا تو دونوں (امی جان اور خالہ ثریا) نے عہد کیا کہ ہم ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کی پوری کوشش کریں گے۔ دونوں نے الگ الگ ہجرت کی لیکن کئی ماہ بعد دونوں اپنے جذبوں کی صداقت کے باعث رابطہ بحال کرنے میں کامیاب ہو گئیں خالہ ثریا شادی کے بعد کراچی اور امی جان نے بہاولپور میں سکونت اختیار کی۔ اب ملنا ملنا تو بہت کم ہوتا تھا لیکن بذریعہ خطوط رابطہ تھا اور وہ خطوط بھی کیا تھے بس ادب پارے تھے جس میں طنز و مزاح اور اشعار ہو کرتے تھے روٹھے اور منانے کا سلسلہ جاری رہتا۔ جب ہم بڑے ہوئے تو خالہ ثریا کے شوہر کی ٹرانسفر اسلام آباد ہو گئی اور میرے بھائی جان نے ڈاکٹر بننے کے بعد اسلام آباد میں ملازمت کر لی یوں ملاقاتوں کا سلسلہ نئے سرے سے جاری ہو گیا اور ہمارا ان کے بچوں سے بھی رابطہ ہو گیا۔ خالہ ثریا کی وفات ہوئی تو امی جان نے ان کی بیٹیوں کے ساتھ وہی پیار کا سلسلہ جاری رکھا جب امی جان کی وفات ہوئی تو وہ سب بہنیں آئیں اور مجھے فدیہ باجی کا یہ جملہ بہت اچھا لگا کہ ”گہت دوستی کا یہ سلسلہ اب اگلی نسل میں جاری رہنا چاہیے“

(ان شاء اللہ)

یکم جنوری ۲۰۱۲ء کو امی جان پر فالج کا حملہ ہوا۔ جس سے ان کی بولنے کی صلاحیت جاتی رہی علاج کے بعد کچھ باتیں تو کرنے لگیں لیکن آواز کی چاشنی نہ رہی۔ ۲۰۱۵ء میں باوجود علاج کے دوبارہ حملہ ہوا جس سے ان کی خوبصورت گفتگو اور مدھر آواز ہمیشہ کے لئے جاتی رہی اور ہم سب ان کی آواز کو ترس گئے۔

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے اڈاں دیکھی ہے

میں نے جنت تو نہیں دیکھی ماں دیکھی ہے

یکم ستمبر ۲۰۱۸ء کو ہمارے سب سے چھوٹے بھائی ڈاکٹر نوید cardioic surgeon کی ناگہانی وفات نے جہاں ہم سب بہن بھائیوں کو غم زدہ کر دیا وہاں میری والدہ بھی بہت پریشان ہوئیں مگر وہ اپنے غم کا اظہار کر نہیں سکتی تھیں ہر روز ان سے ملنے آنے والا جب انہیں نظر نہ آتا تو خالی خالی نظروں سے سب کو دیکھا کرتیں پھر۔۔۔ صرف تین ماہ اور ۲۳ دن کے بعد ۲۳ دسمبر ۲۰۱۸ء کو وہ بھی نوید بھائی سے جاملیں۔ دونوں ماں بیٹا میں بہت پیار تھا ایک دوسرے کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے بس یوں لگتا ہے کہ وہ والدہ کا استقبال کرنے کے لئے پہلے وہاں چلا گیا۔ گو انہیں ہم سے جدا ہوئے ابھی چند ماہ ہی گزرے ہیں لیکن یہ دونوں ہر بات پہ بہت یاد آتے ہیں اللہ کی کرم نوازی ہے کہ آخری چند ماہ انہوں نے میرے پاس گزارے اور مجھے ان کی خدمت کرنے کا موقع مل گیا انہوں نے

میرے ہاتھوں میں جان دی۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی منزلیں آسان کرے اور انہیں بغیر حساب کے بخش دے ہمیں ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین ثم آمین یا رب العالمین)

دعا کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے لرزتا ہوں

کبھی دعا نہیں مانگی تھی ماں کے ہوتے ہوئے

آخر میں حضرت اقبالؒ کے لفظوں میں ان کے مرقد کی روشنی اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کروں گی کہ عالم برزخ میں وہ اپنے نیک کاموں کا صلہ پائیں (آمین)

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سینئر لائبریریئن یا سمین بلوچ

میری ماں۔۔۔۔۔ میری جنت

فرط غم سے دل کی دھڑکن جب بھی بے قابو ہوئی

لوح جان پر زندگی نے مسکرا کر ماں لکھا

لکھ رہی تھی چاندنی جب ریت کے ذرات پر

چشم شبنم نے بھی پھولوں پر اتر کر ماں لکھا

زندگی مسکراہٹوں اور اداسیوں کا مجموعہ ہے اس پورے سفر میں ایک انسان جو ہمیشہ آپ کے ساتھ سایہ بن کر رہتا ہے وہ ماں

ہے اور ماں مجموعہ ہے پیار، محبت، سکون، خلوص اپنائیت کا۔ ماں ایک ہستی ہے جو اولاد کا ہر دکھ سنبھال لیتی ہے۔

ماں دنیا کی وہ عظیم ہستی ہے جسکی محبت کے سامنے ہر انسان کی محبت کمتر ہے ماں کی عظمت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

جب انسان سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اپنی محبت کو ماں کی مثال بنا کر فرماتا ہے

”میں انسانوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”ماں کے قدموں تلے جنت ہے“ ماں جیسی عظیم ہستی کی دعاؤں کی ضرورت صرف ہم جیسے

گناہگاروں کو ہی نہیں بلکہ پیغمبروں کو بھی ہوتی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ جب دنیا سے رخصت ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ

نے فرمایا اے موسیٰ اب ذرا سنبھل کر آنا کیونکہ تمہارے لئے دعا کرنے والی ہستی اب دنیا میں رہی“

ہیں سایہ گلن مجھ پہ میری ماں کی دعائیں

سو کوئی بھی میدان ہو ناکام نہیں میں

انسان کو اپنی ماں کی چھاؤں اور دعاؤں کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ مجھے بھی اپنی زندگی کی سب سے عظیم ہستی ماں کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وقت بڑا مرہم ہوتا ہے جو بڑے سے بڑے زخم کو مندمل کر دیتا ہے مگر والدہ کی جدائی کا صدمہ آج بھی میرے دل میں تازہ ہے۔

چشمِ نمناک، دل و جاں کہاں رکھیں گے
ہم تیرے بعد یہ سامان کہاں رکھیں گے
تیری فرقت میں بہائیں گے مسلسل آنسو
ہم شب و روز کی پہچان کہاں رکھیں گے

میری ماں میرے لیے جو رول ماڈل کی حیثیت رکھتی تھیں کہروڑپکا کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ جو صرف قرآن کریم اور پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کر سکیں۔ ایک مکمل گھریلو خاتون، سچائی، دیانتداری، شرافت، عفت و پاکدامنی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی مالک تھیں۔ بھری جوانی میں بیوہ ہوئیں صابراتی کہ جوانی میں بیوہ ہونے کے بعد ادھیڑ عمر میں دو جوان بیٹوں کی موت کا غم بھی انہوں نے دیکھا لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد رنگین کپڑے پہننے چھوڑ دیئے سفید لباس ان کا پسندیدہ لباس بن گیا۔

نماز روزے کی ہمیشہ پابندی کی اپنے بھائی کے ہمراہ حج بیت اللہ کا سفر بحری جہاز کے ذریعے کیا اور حج کی سعادت نصیب کی۔ اولاد کی تربیت کے لئے ہمیشہ ہمیں بری صحبتوں سے دور رکھا۔ سچائی کا درس دیا ہمیں ہمیشہ سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی۔ جھوٹ، غیبت اور نفرت سے دور رکھا۔ میری ماں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو دین داری، خدا ترسی اور اصلاحِ تقویٰ کے ساتھ جوڑے رکھا اور دنیا اور آخرت دونوں کی نیکیوں کو اپنے آنچل میں سمیٹ لیا اور دوسروں کے لئے نمونہ بن گئیں۔ میں وہ وقت بھی فراموش نہیں کر سکتی جب میری ماں اسلام آباد کے الشفاء ہسپتال میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہی تھیں میں بستر کے قریب بیٹھی ان کے چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ جس عظیم ہستی نے اپنے خون کی آبیاری کرتے ہوئے ہم ننھے پودوں کو قد آور درخت بنایا آج خود کتنی کمزور ہو گئی ہیں۔

۲۷ رمضان ۲۰۰۷ء کو میں کیسے بھول جاؤں کہ جس دن میری عظیم محبت کرنے والی ہستی مجھ سے جدا ہو گئی۔ مجھے پیار کرنے والے دعاؤں کے لئے اٹھنے والے ہاتھ اب اس دنیا میں نہ رہے اور وہ چھتری جو ہر وقت میرے سر پر سایہ رحمت کی طرح رہتی تھی مجھ سے چھن گئی۔

بچھڑنے والے تیرا رابطہ ہے میرے ساتھ
تیری دعاؤں کا اک سلسلہ ہے میرے ساتھ

میری ماں کے لئے اس دنیا کا امتحان کافی سخت رہا لیکن انہوں نے خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے تمام زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کی روشنی میں گزاری کا موت کا سفر انتہائی آسان اور خوبصورت رہا۔ ستائیسویں رمضان یعنی شب قدر میں ان کو قبر نصیب ہوئی۔ اسلام آباد کے سیکٹر ۱۱-H کا خوبصورت قبرستان ان کا مدفن بنا سفید سنگ مرمر کی قبر کو خوبصورت پھولوں کی بیلوں نے اس طرح ڈھانپا ہوا ہے کہ جیسے وہ پردے میں ہوں۔ اللہ پاک میری ماں کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔

کسی اپنے سے یوں جدا ہونا

واقعہ ہے کہ بھولتا ہی نہیں

خدا ان کے درجات بلند فرمائے (آمین)

حمیرا اکرم اسسٹنٹ پروفیسر اردو

ترقی کا سفر

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سر آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی

خدائے حکیم و دانائے اس دنیا کو ادارہ العمل کہہ کر، ہر طرح کے حاصل کو محنت، عمل اور نیت کا لازمی نتیجہ قرار دے دیا ہے : ترجمہ: بے شک انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی) اس نکتہ نظر سے

دیکھیں تو گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، دہلی محل روڈ بہاول پور کے، ایک معیاری اور با اعتماد ادارے کی حیثیت سے پہچان کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس ادارے کو ہمیشہ سے مخلص سربراہان ادارہ کی سرپرستی حاصل رہی ہے، جن کی بہترین انتظامی کاوشیں اور ان کے لائق ستاف کی انتھک محنتیں اس ادارے کی سر بلندی اور ترقی کے پس منظر میں ہمیشہ کار فرما رہی ہیں۔ اور اسی تسلسل میں آج پرنسپل پروفیسر نزہت نازلی صاحبہ کی سرکردگی میں یہ ادارہ مزید محنت اور کاوشوں سے ترقی کی شاہراہ پر بڑے شاندار انداز سے گامزن ہے۔ اس ادارے پر تمام والدین کے مکمل یقین کے پیچھے اسی پیہم جدوجہد پر مبنی کالج کی عظیم الشان روایتیں کار فرما

ہیں۔ اور یہ یقین اس وقت مزید مستحکم ہوتا ہے جب طالبات کی علمی و فکری پرداخت کے ساتھ ساتھ اس ادارے کا ان کی اخلاقی تربیت پر توجہ دینے جیسی مشکل ذمہ داری بھی نبھانے کا ادراک والدین کو ہوتا ہے۔ اور کسی بھی ادارے کے بڑا اور قابل اعتماد ہونے کے لیے لوگوں کا یہی یقین ہی کافی ہے

درج بالا حقائق کے علاوہ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ تمام تعلیمی ادارے جن اصول و ضوابط پر چل رہے ہیں اس میں گورنمنٹ کی پالیسیاں، ہدایات اور احکامات یکساں طور پر تمام اداروں کو جاری کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد جو ادارے ان احکامات اور ہدایات کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے ان پر عمل درآمد کراتے ہیں وہ ادارے ان کے ثمرات سے مستفید بھی ہوتے ہیں اور ایک بڑے ادارے کے طور پر اپنا وقار بھی قائم رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ ادارے جہاں ان احکامات کے حقیقی اطلاق کی بجائے محض ٹوپی ڈرامہ کرانے پر اکتفا کیا جاتا ہے، وہ ادارے اپنا علمی وقار اور معیار دونوں زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکتے۔ کسی بھی ادارے کے بڑے یا پھر چھوٹا ہونے کے پیچھے یہی فلسفہ کار فرما ہوتا ہے۔

گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین دہلی محل روڈ کی نمایاں خصوصیات میں سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں گورنمنٹ کی طرف سے موصول شدہ کسی بھی مراسلے کو سرسری نہیں لیا جاتا، وہ مراسلہ خواہ کسی مذہبی، تاریخی اور عالمی دن کے منانے کے حوالے سے یا کسی شخصیت کے حوالے سے، کوئی علمی، ادبی یا فکری موضوع پر سیمینار ہو یا مقابلہ جات کا انعقاد، جشن بہاراں منانے کا موقع ہو یا سپورٹس ویک (sports week) کے حوالے سے، اس میں دی گئی ہدایات پر اس کے وژن (vision) کے مطابق بہت ہی جانفشانی سے عمل درآمد کرایا جاتا ہے تاکہ اسکے حقیقی مقاصد حاصل ہو سکیں۔ ان اطلاقی مراحل کے دوران میں سربراہ ادارہ پروفیسر نرہت نازلی صاحبہ کی نہایت باریک بینی سی کی گئی منصوبہ بندی، سٹاف ممبران کے مزاج کے پیش نظر ان کو تفویض کردہ ڈیوٹی، اور موقع کی مناسبت سے مکمل تزئین و آرائش اور انتظام و انصرام اور پھر آخر میں تقریب، پروگرام یا سیمینار کی وقت پر رپورٹ بھیجنا شامل ہے۔ اس سارے عمل میں سربراہ ادارہ کی طرف سے سٹاف ممبران کی حوصلہ افزائی اور پذیرائی نہ صرف ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے بلکہ بعض اوقات کم وقت میں کسی بڑے پروگرام کو کامیاب کرانے کا ایک بہترین محرک بھی ثابت ہوتی ہے۔ درج بالا حقائق کا ثبوت 2017-18ء میں مختلف مواقع پر کالج کو ملنے والی کامیابیاں ہیں، جن میں ایک یہ ۲۰۱۸ء کے ایف۔ اے، ایف۔ ایس سی کے امتحان میں کوثر معین نے بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کی اس کے علاوہ مزید کامیابیوں کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

چیف منسٹر، اردو، انگریزی مباحثہ، مضمون نویسی، تقریری پروگرام 2017-18ء:-

نمبر شمار	نام طالبہ	پروگرام	لیول	پوزیشن	مرحلہ
1.	ماہ نور اسحاق	اردو مباحثہ	انٹر لیول	سوم	ڈسٹرکٹ
2.	اریبہ خان	اردو مباحثہ	ڈگری لیول	اول دوم	ڈسٹرکٹ ڈویژنل
3.	غنا وحید	انگریزی مباحثہ	ڈگری	سوم اول اول	ڈسٹرکٹ ڈویژنل صوبائی
4.	بریرہ وارن	اردو مضمون نویسی	انٹر	سوم سوم	ڈسٹرکٹ ڈویژنل
5.	شمینہ نظیر	اردو مضمون نویسی	ڈگری	سوم اول دوم	ڈسٹرکٹ ڈویژنل صوبائی
6.	اقصی منیر	انگریزی مضمون نویسی	انٹر	اول اول	ڈسٹرکٹ ڈویژنل
7.	علینہ قاسم	اردو تقریر	انٹر	اول	ڈسٹرکٹ
8.	تحریم آرش	اردو تقریر	ڈگری	سوم دوم	ڈسٹرکٹ ڈویژنل
9.	سعدیہ درانی	انگریزی تقریر	ڈگری	دوم اول	ڈسٹرکٹ ڈویژنل

Events + Competitions Held During the Session (Aug 2018 - Apr 2019)

Sr No.	Events	Date	Positions Events	Date	District Level	Division Level
	Indipendence day	14-08-2018	Speech	15-10-2018		
	Defence Day	06-09-2018	Poetry	16-10-2018	1st	1st
	Actdivities Facilitated Ragarding Drug Prevention	22-09-2018	Drama	17-10-2018	No Participation	No Participation
	Breask Feeding week	05-10-2018	Essay	18-10-2018	3rd	
	Awareness Activities NAB		Poster	18-10-2018	1st	1st
	District Level	15-10-2018 to 18-10-2018	Poetry 2nd	1-Prv	2 Position	3 Position
	Div Level	05-11-2018 to 09-11-2018		Level-1		1st
	Sir Syed Day	17-10-2018		Position		2 Position
	Breast Cancer Awareness Seminar	22-10-2018				
	Chemistry Exhibition	06-11-2018				
	Iqbal Day	09-11-2018				
	Milad-un-Nabi (S.A.W)	15-11-2018				
	Anti Corruption Seminar "NAB"	08-12-2018	Poetry 1st	Level-I 1st	1st Position	Division 1st Province 2nd
	Fun Fair	15-12-2018				

ایسوسی ایٹ پروفیسر کیمیا

قمر شاہین

میں اس کا نام نہ لوں پھر بھی لوگ جانیں
کہ آپ کا اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے
اساتذہ برادری کو نیاز مندانہ سلام!

اگر آپ اس کو خوشامد، مبالغہ آرائی اور لفاظی نہ گردانیں تو آپ کے سامنے بوجھنے کو ایک شخصیت رکھ رہی ہوں۔ آخر
میں بتاؤں گی ضرور۔۔۔ لیکن پہلے میں ان کے اوصاف حمیدہ پر کچھ روشنی ڈال لوں!
ایک مدبر میر کارواں۔۔۔ سلیقہ شعار۔۔۔ باحیا، باپردہ، پاکیزہ اوصاف و اطوار۔۔۔ بذلہ سنج۔۔۔ نرم خو۔۔۔ نرم رو
۔۔۔ گفتار و کردار کی غازی۔۔۔ بلند حوصلہ۔۔۔ مستقل مزاج،،، یعنی
ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولا دے ہے مومن

ارادہ تو میرا منظوم خراج تحسین پیش کرنے کا تھا مگر جب لکھنے لگی تو جامع و دلاویز شخصیت نے احاطہ تحریر میں آنے سے انکار کر
دیا یوں سوچا ”کہ ایک شخصی خاکہ تحریر کروں! میری طرح کچھ خواتین اپنے نام کے ساتھ شوہر نامدار کا لاحقہ نہیں لگاتیں اسی طرح محترمہ
نے بھی زحمت نہ فرمائی۔ چلو میں تو کبھی تخلص کے طور پر کبھی قمر اور کبھی شاہین استعمال کرتی رہی۔۔۔۔۔ شاید اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی
مصلحت ہوگی کیونکہ میرا نام تو بالکل مردانہ لگنے لگتا ہے۔ قمر سہیل صاحب نہ بننے میں عافیت جانی! ایک بہترین خاتون خانہ
۔۔۔۔۔ بہترین دوست۔۔۔۔۔ بیوی۔۔۔۔۔ ماں۔۔۔۔۔ بہن۔۔۔۔۔ اور مکمل ورکنگ وومن اور ”استاد“! ماہر آرائش گل۔۔۔ مکمل
بہترین لک۔۔۔۔۔! اور ہاں خوب یاد آیا بہادر پور بورڈ کی چیمبر پرسن کا اضافی چارج بھی خوب نبھایا۔۔۔۔۔

۳۲-۳۳ سال کی سرکاری ملازمت کا دورانیہ تین دہائیوں سے زائد پر محیط ہے۔ ۱۹۸۷ء سے تاحال کالج ہذا میں ساتھ رہا۔
جو سب سے خوبصورت احساس آپ کے ساتھ بانٹنے جارہی ہوں وہ یہ کہ آپ نے میری ریٹائرمنٹ کے تلخ ایام میں اپنی محبت و
اپنائیت کی شیرینی گھول دی۔

یہ خود ستائی میں کڑوا سچ ہے کہ مجھ جیسی خواتین جو ہر یلا۔۔۔ کبھی تند نہ کیں۔۔۔ وہ اکثر زیرِ عتاب ہی رہتی ہیں اور ان
کی تمام تر کاوشوں کو زیر و کر کے۔۔۔۔۔ مثبت سے انہ پرستوں کے بت مزید مضبوط ہوتے ہیں!
دوران ملازمت یکے بعد دیگرے میرے میکے سے عزیز ترین ہستیاں ملک عدم سدھا رگنیں۔۔۔۔۔ اور یوں بھی ہوا کرتا

ہر چارہ گر کو چارہ گری سے گریز تھا
ورنہ جو ہمیں دکھ تھے بہت لا دوانہ تھے

مگر محترمہ نے مجھے اپنائیت کے وہ بیٹھے پل عطا کیے کہ میں تمام تلخ لمحات کو جام شیریں کی طرح نوش کر گئی۔۔۔۔۔ اپنے چند اشعار میں محترمہ کی نذر کرتی ہوں!

ہم نے جو انتہائیں وفاؤں میں کیں
ہم کو اس انتہاء کی سزا یاد ہے
وہ جو دامن پہ تیرے برستے رہے
ہم کو ان آنسوؤں کا مزا یاد ہے
ہر کٹھن موڑ پر اسے قمر کیا کہیں!
ان کی نظروں میں تھی جو دعا یاد ہے!

آپ لوگ یقیناً بوجھ چکے ہوں گے جانیے نہیں بتاتی۔۔۔۔

یہ شخصیت محترمہ پرنسپل کا دلچزنا پروفسر نزہت نازلی صاحبہ کی ہے۔
کیسی رہی پہیلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

عورت کی بد اخلاقی پر صبر کرنا، اس کی ضروریات مہیا کرنا اور راہِ شرع پر اس کو قائم رکھنا بہتر عبادت ہے

امام غزالی

اپنی استاد کے لئے محبت کے ساتھ

(معصومہ سہیل رولنمبر ۳۴ تھرڈ ایئر)

رہبر بھی یہ ہمدم بھی یہ غم خوار ہمارے
استاد یہ قوموں کے ہیں معمار ہمارے

سمجھنے والے سمجھ سکیں تو زندگی ایک انمول چیز ہے اور اگر اس زندگی میں ہمارا واسطہ بہترین لوگوں سے ہو تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ زندگی۔۔۔۔۔ ہے۔ آج جب میں اپنی زندگی میں بہترین لوگوں کی فہرست بناؤں تو ان میں سے ایک شخصیت ایسی بھی ہیں جن کی وجہ سے میں نے اپنی زندگی کی منزل کا پہلا قدم بخوبی پار کیا۔ جن کی قربت سے میں نے اپنے علمی ذوق کو تسکین ملی۔ جی ہاں! میری استاد محترمہ مسز ناظمہ اطہر۔۔۔۔۔

میں جانتی تھی قدرت ہمیں ایسی ہستیتوں سے بھی نوازتا ہے جو ہمیشہ اپنی صلاحیتوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ جو حسن اخلاق کا پیکر ہوں اور یہ بات میں نے جاننے کے ساتھ ساتھ مان بھی لی۔ جب میں فرسٹ ایئر میں اپنی انگریزی کی ٹیچر مسز ناظمہ اطہر سے ملی۔

سکول کے بعد جب ہم نے کالج میں قدم رکھا تو کالج ہذا نے ہمیں خوش آمدید کہنے کے لئے ایک تقریب منعقد کی جس میں بہت سے اساتذہ کرام نے شرکت کی۔ وہاں پر مسز ناظمہ اطہر کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ جو تقریب کی تیاریوں میں مصروف نظر آئیں۔ مجھے ان میں ایک الگ سی کشش محسوس ہوئی اور میں انہی پہلے لحاظ میں ان کی گرویدہ ہو گئی۔

اس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیکھ
شعلہ سالک جائے ہے آواز تو دیکھو

آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ آپ کو اپنی طالبات سے ہمیشہ خاص نسبت رہی ہے۔ وقت کی پابندی کرنا اور ادارے کی بہتری کے لئے اقدامات میں پیش پیش نظر آتی ہیں۔ اپنے فرائض کو بخوبی انجام دینا ان کی پہلی ترجیح ہوتی ہے۔ یوں تو سب مضامین کے اساتذہ قابل تعریف ہیں لیکن ان کی نسبت یہ بات میرے لیے باعث تسکین ہے کہ مجھے دو سال آپ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے آپ کی رہنمائی میں دو سال کا تعلیمی سفر بخوبی نبھایا۔

”والدین کے بعد انسان کے روحانی والدین اس کے اساتذہ ہوتے ہیں“

میں اب سال سوئم کی طالبہ ہوں۔ سال سوئم میں انگریزی کا مضمون نہ ہونے کی وجہ سے میں آپ سے مستفید نہیں ہو سکی لیکن امیدوں کا منتھا سادیا ابھی بھی کہیں نہ کہیں میرے دل و دماغ میں روشن ہے کہ سال چہارم میں مجھے ایک بار پھر آپ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملے۔ تو آنکھوں میں چکا دل کا منتھا دیا پھر لپکا خاص پکڑے کیونکہ وہ آج بھی میرے دل کی سیر اور کاروان افکار کا

روح ہیں۔

ترقی کی راہ پر چلنے کے لئے انسان کو محنت کے ساتھ ساتھ اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے اور مجھے آپ کی جانب سے بھرپور اعتماد ملا اور دل جوئی ہوئی۔

”استاد اور شاگرد کی مثال ایک چمنستان (چمن) کی سی ہے“

استاد اس چمن کا روح رواں جبکہ شاگرد اس چمن کا پھول ہوتا ہے اور ایک چمن کی زینت اور بقا کے لئے دونوں عناصر کا ہونا لازم ہے۔

خود داری، وفا شعاری، علم و آگہی، صبر و قناعت یہ تمام خوبیاں آپ میں موجود ہیں۔ آپ کی خوش بیانی اسم محبت کی غماز ہے۔ استاد محترم جیسی ہستیاں آگہی کے گہرے شعور کو جنم دیتی ہیں۔ انسان کو ترقی کی راہ پر چلنے کے لیے محنت کے ساتھ ساتھ خود اعتمادی ہی وہ جذبہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ دنیا کے بازار میں سب سے قیمتی سکہ خود اعتمادی ہے۔ اور یہ خود اعتمادی میرے اندر محترمہ پروفیسرناظمہ اطہر کی نصیحتوں اور حوصلہ افزائی سے پیدا ہوئی۔ میں اس عظیم ہستی کے لئے بہت دعا گو ہوں کہ نور و مہر کا دیا ہمیشہ جگمگاتا رہے۔ ”آمین“

عورت کو کوئی نامحرم نہ دیکھے اور عورت
کسی نامحرم کو نہ دیکھے
(حضرت فاطمہؓ)

دنیا کی نامور خواتین



ملکہ ممتاز محل



فلورنس ناٹن انیگل



مادام کیوری



ملکہ نور جہاں



مدرٹریسا



ملکہ وکٹوریہ



راکیل کارسن



ملکہ الزبتھ



قرۃ العین حیدر

پاکستان کی نامور خواتین



بیگم وقار النساء نون



بیگم سلمیٰ تصدق



بیگم رعنا لیاقت علی



ادا جعفری



فاطمہ جناح



بے نظیر بھٹو



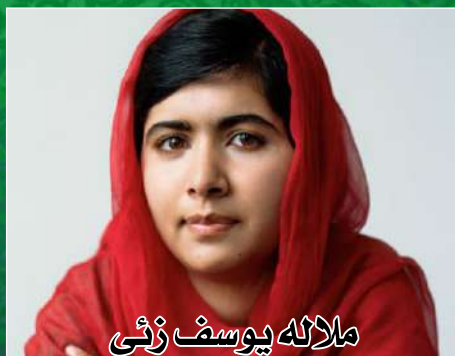
شاہدہ حسنی



پروین شاکر



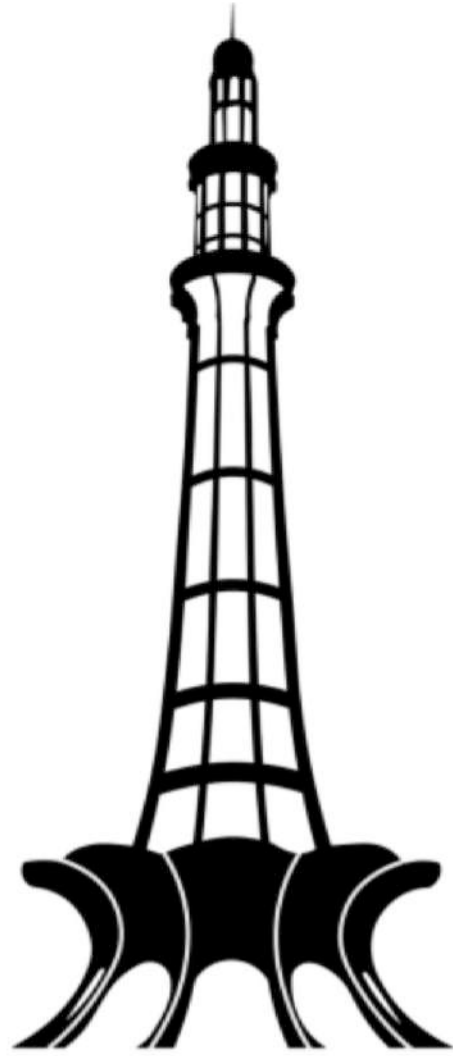
مریم مختیار



ملالہ یوسف زئی



ارفع کریم



پاکستان نیات
(مضامین)

(خالدہ سلطانہ اسٹنٹ پروفیسر)

چراغ مہر و وفا، مادر ملت، فخر قوم خاتون اول پاکستان

”محترمہ فاطمہ جناح“

محترمہ فاطمہ جناح قائد اعظم کی چھوٹی بہن، ان کی مخلص ساتھی رفیق کار اور قابل اعتماد ہستی تھیں۔ آغا شورش کاشمیری محترمہ فاطمہ جناح کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں۔ ”بھائی کی ہو بہو تصویر، بلند وبالا، اکہر ابدن، کشیدہ قامت، گلابی چہرہ، ستواں ناک، آنکھوں میں بلا کی چمک بلکہ ہیرے کی دمک، آواز میں اقبال، چال میں کھال، طبیعت میں جلال، سرتاپا استقلال، رفتار میں حکومت، گفتار میں سطوت، کردار میں عظمت، قائد اعظم کی معنوی صفات کا عکس جمیل، صبا کی طرح نرم، ایک جیتی جاگتی کہانی، بانی پاکستان کی نشانی، ایک حصار جس کی قربت سے حشمت کا احساس ہوتا ہے اور جس کی دوری سے عقیدت نشوونما پاتی ہے۔ بھائی شہنشاہ، بہن بے پناہ۔ محترمہ فاطمہ جناح ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو وزیر مشن نیونہام روڈ کھارادر کراچی میں پیدا ہوئیں۔ تو آپ کے سب سے بڑے بھائی محمد علی جناح اس وقت اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن میں مقیم تھے۔ آپ قائد اعظم سے سترہ برس چھوٹی تھیں۔ آپ کے کل آٹھ بہن بھائی تھے۔ جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

- | | | | |
|------------------|----------------|----------------|---------------|
| ۱۔ محمد علی جناح | ۲۔ رحمت بی بی | ۳۔ بندے علی | ۴۔ مریم بی بی |
| ۵۔ احمد علی | ۶۔ شیریں بی بی | ۷۔ فاطمہ بی بی | ۸۔ بھو بھائی |

محترمہ فاطمہ جناح دو برس کی ہوئیں تو آپ کی والدہ میٹھی بانی وفات پا گئیں۔ جب آٹھ برس کی ہوئیں تو ان کی تعلیم و تربیت کا کام محمد علی جناح نے اپنے سپرد لے لیا۔ یہ قائد اعظم کی کوشش پیہم کا اثر تھا کہ محترمہ فاطمہ جناح کو انگریزی زبان پر مکمل عبور تھا۔

ان کی تعلیم کا آغاز ۱۹۰۶ء میں باندہ کانونٹ سکول بمبئی سے ہوا۔ سینٹ پیٹرک سکول کھنڈالا سے میٹرک کیا۔ بعد ازاں پرائیویٹ طالبہ کی حیثیت سے سینٹر کیمرج کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۲ء میں دندان سازی کا ڈپلومہ ڈاکٹر احمد ڈینٹل کالج کلکتہ سے لیا اور بمبئی میں عبدالرحمان اسٹریٹ میں ڈینٹل کلینک کھولا۔ انہوں نے ۱۹۲۹ء میں قائد اعظم کی بیوی کی وفات اور بیٹی نیپال چلے جانے کے باعث اپنا ڈینٹل کلینک بند کر دیا اور مستقل طور پر بھائی کے ساتھ رہنے لگیں۔ یوں قائد اعظم کی صحبت میں رہنے کے باعث ان کی سیاسی بصیرت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ اپنے بھائی قائد اعظم کی طرح جمہوریت کی زبردست حامی تھیں۔ جمہوریت ان کے خون میں رچی بسی تھی۔ فاطمہ جناح تقسیم سے قبل قائد اعظم کی اس تقریر کا حوالہ دیتی تھیں۔

جس میں قائد اعظم نے فرمایا

”مجھے یقین ہے کہ جمہوریت ہمارے خون اور ضمیر میں شامل ہے“

آپ کا فاطمہ جناح سے مادر ملت کا سفر بھی خلوص، مہر و وفا، غیر معمولی انہماک اور عظیم قربانیوں کی ایک طویل و استادہ ہے ایسا سفر کرنے والے گو ایک بار پیدا ہوتے ہیں۔ مگر مرتے کبھی نہیں۔ ان کی جدوجہد کی کہانی بڑی طویل اور کٹھن ہے۔ اور اس سفر کی کئی منزلیں ہیں۔ جو ۹ جولائی ۱۸۹۳ء سے لے کر ۱۹۶۴ء تک ایوب خان کے مقابلے میں صدارتی انتخاب لڑنے تک ان کو طے کرنا پڑا۔

محترمہ فاطمہ جناح ایک بلند کردار خاتون تھیں۔ آپ نے اپنی زندگی اپنے عظیم بھائی کے نام وقف کر دی تھی اور ساری عمر شادی نہ کی۔ یہ آپ کی پاکستان قوم کے لئے بہت بڑی قربانی تھی۔ آپ کا کردار اس قدر بلند تھا کہ دشمن بھی آپ کی تعریف کرتے تھے۔ جب محترمہ نے ایوب خان کے خلاف الیکشن لڑا تو مولانا مودودی نے آپ کی حمایت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک ظالم اور جابر مرد کے مقابلے میں جمہوریت پسند عورت کی سربراہی لائق ترجیح ہے۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود آپ اکثر میلاد النبی ﷺ کی محفلوں میں شرکت کرتی تھیں۔ محترمہ فاطمہ جناح نے ہمیشہ اسلامی اور مشرقی اقدار کی پاسداری کی۔ قائد اعظم ہمیشہ محترمہ فاطمہ جناح کو اپنے لئے روشنی اور امید کی کرن قرار دیتے تھے۔ یہ آپ ہی تھیں کہ جب رقی جناح کا انتقال ہوا تو گھر کا سارا انتظام سنبھال کر ان کو گھریلو پریشانیوں اور نقل و حرکت سے آزاد کر دیا۔ محترمہ فاطمہ جناح گھریلو اور ملکی سطح دونوں پر قائد اعظم کی راست رہیں۔ ۱۹۳۰ء میں قائد اعظم گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن گئے تو آپ ساتھ تھیں۔

گول میز کانفرنس کی ناکامی سے بددل ہو کر قائد اعظم نے انگلستان میں سکونت اختیار کی۔ تو محترمہ فاطمہ جناح آپ کے ساتھ رہیں۔ ۱۹۳۵ء میں جب قائد اعظم لیاقت علی خان کے مشورے پر ہندوستان واپس آئے تو محترمہ فاطمہ جناح بھی واپس آگئیں۔ اس اثناء میں قائد اعظم کو آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر چن لیا گیا تو مسلم لیگ کی تنظیم نو میں بھی فاطمہ جناح نے دن رات قائد اعظم کا ساتھ دیا پھر مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لئے خواتین کا مسلم لیگ میں شامل ہونا ضروری تھا۔ قائد اعظم نے یہ کام بھی محترمہ کے سپرد کیا۔ انہوں نے پورے ہندوستان کے دورے کیے۔ جس سے خواتین کا مسلم لیگ میں دھڑا دھڑ شامل ہونے لگیں یوں آپ نے تحریک پاکستان کو کامیاب بنا کر منزل پاکستان تک لانے میں عورتوں کی رہنمائی کی۔ ۱۹۳۷ء میں محترمہ فاطمہ جناح نے قائد اعظم کے ساتھ لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پہلی بار شرکت کی۔

محترمہ فاطمہ جناح نے ۱۹۴۱ء میں مسلم وومن سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کی۔ آپ کی قیادت میں بہت سی نامور خواتین جن میں لیڈی ہارون، بیگم تقدق حسین، فاطمہ بیگم، نور الصباح، بیگم، بیگم غلام حسین ہدایت اللہ، بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم وقار النساء، بیگم رعنا لیاقت علی خان، بیگم گیتی آراء جیسی مشہور خواتین نے مسلم لیگی خواتین کے لئے کام کیا۔ آپ تحریک پاکستان میں دہری خدمت انجام دے رہی تھیں۔ آخر قائد اعظم اور محترمہ فاطمہ جناح کی ان تھک محنت اور مسلسل جدوجہد سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو قائد اعظم محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔ جبکہ محترمہ فاطمہ جناح کو خاتون پاکستان قرار دیا گیا۔

قائد اعظم کی وفات کے بعد بھی محترمہ نے ہر مشکل میں پاکستانی قوم کا ساتھ۔ آپ نے ملک میں ہمیشہ جمہوریت کی بحالی کے لئے کام کیا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین، ملک غلام محمد، سکندر مرزا، محمد علی بوگرہ اور ایوب خان کو بھی غلط کاموں پر تنقید کی۔

خاص طور پر آپ نے ایوب خان کے خلاف الیکشن لڑ کر قوم اور جمہوریت کی بڑی خدمت کی۔ آپ نے ڈھاکہ سے گرین اپروٹرین پر چٹا کانگ کا ۲۸ گھنٹے کا مشکل سفر طے کیا۔ آپ کے انتخابی جلسوں سے تحریک پاکستان کی یاد تازہ ہو گئی۔ ایوب خان کے خلاف انتخاب لڑنے ہر قوم نے محترمہ فاطمہ جناح کو ”مادر ملت“ کا خطاب کیا۔

یوں فاطمہ جناح نے مادر ملت کا کٹھن سفر ۷۲ گھنٹوں میں طے کر کے ایوب خان جیسے آمر کے خلاف الیکشن لڑ کر عوام کو زبردست قوت گویائی عطا کی۔ گو ایوب خان نے دھن، دھونس اور دھاندلی سے یہ الیکشن تو جیت لیا لیکن قوم کا دل نہ جیت سکا۔ آپ الیکشن کے بعد بھی اپنی وفات ۹ جولائی ۱۹۶۷ء تک قوم کی خدمت کا فریضہ انجام دیتی رہیں۔ آپ نے اپنا آخری پیغام ۱۹۶۷ء میں قوم کے نام جاری کیا۔ جس میں آپ نے ملک و قوم کی خدمت پر زور دیا۔

آپ کی عظیم خدمات پر سابق وفاقی وزیر برائے اطلاعات و نشریات شیخ رشید نے آپ کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔
 ”مادر ملت قائد کی بہن تھیں سیاسی رفیق بھی، مشیر بھی تھیں اور خوشی و غم میں ان کی شریک بھی تھیں۔ قوم کی وہ ماں ہیں ان کا کردار ہمارے لئے باعث تقلید ہے کیوں کہ وہ مہد سے لحد تک عزم و پیکر، جرات و ہمت اور بہادری کی تمہید ہیں“
 جبکہ پروفیسر عاصی کرنالی نے ان الفاظ میں محترمہ سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

اے مادر ملت

تو قائد اعظم کی طرح قوم کی محسن

تاریخ میں محفوظ ہیں وہ گزرے ہوئے دن

جب ایک بہن دل سے تھی بھائی کی معاون

اے مادر ملت

(عائشہ نادر سال سوئم)

تحریک پاکستان میں خواتین عورتوں کا کردار

ہماری تاریخ ایسی عظیم خواتین سے بھری ہوئی ہے جن کی عدم موجودگی میں پاکستان کا قیام ناممکن ہوگا ان میں سے چند ایک تذکرہ درج ذیل ہے۔

فاطمہ جناح امید کی ایک کرن

فاطمہ جناح ۱۳ جولائی ۱۸۹۳ء میں اس وقت پیدا ہوئیں جب ان کے بھائی قائد اعظم محمد علی جناح اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان میں مقیم تھے۔ قائد اعظم کی ہمہ وقت صحبت کا نتیجہ یہ نکلا کہ فاطمہ اوائل عمر ہی میں بڑی صاف، با محاورہ اور رواں انگریزی بولنے پر قادر ہو گئیں۔ ۱۹۳۵ء میں قائد اعظم کا آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر منتخب کر لیا گیا قائد اعظم کی ذمہ داریاں بڑھنے کے ساتھ ہی فاطمہ جناح نے گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی ایک انتہائی اہم ذمہ داری اپنے لئے مخصوص کر لی اور وہ تھی ہندوستان کی مسلم خواتین کی خواب غفلت سے بیدار کرنے کی ذمہ داری قائد اعظم نے ۱۹۴۴ء تک کئی مرتبہ برملا کہا ”مسلم لیگ کیا ہے“ صرف میں، میری بہن، اور میرا نائپ رائٹر“ قائد اعظم فرمایا کرتے تھے کہ ”فاطمہ سیاسی کاموں میں نہ صرف ان تھک سکتی ہے بلکہ بعض اوقات میں ان کے مشوروں سے مستفید ہوتا ہوں“

بیگم سلمیٰ تصدق حسین

بیگم سلمیٰ تصدق حسین نے بھی پنجاب کی خواتین میں سیاسی بیداری پیدا کی۔ یہ وہ خواتین ہیں جنہوں نے اپنی انتھک محنت، سیاسی ریاضت اور سماجی خدمت پاکستان بننے کے بعد ترک نہ کی بلکہ یہ خاتون سیاسی اور سماجی حوالے سے تعمیر پاکستان میں منہمک ہو گئیں۔ یہ وہ خواتین ہیں جنہوں نے سیاست کے دھول اور خار سے اٹی پگڈنڈیوں پر سفر کیا اور آنے والی نسلوں کے لیے سیاست کی شاہراہیں کھول دیں۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان

بیگم رعنا لیاقت علی خان کی سیاست میں بہت اعزازات ہیں آپ ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئیں اور ۱۹۲۳ء میں آپ کی شادی لیاقت علی خان سے ہوئی۔ آپ نے بہت جلد اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔ بیگم رعنا لیاقت علی خان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ پاکستان کی پہلی خاتون سفیر ہیں۔ آپ پاکستان میں خواتین کے لیے سیاست میں ستون کا درجہ رکھتی ہیں۔ ایسا ستون جس پر سیاست کی بنیاد ہے

آپ کی سماجی خدمات کی تفسیر تو بہت طویل ہے اور نہ ہی انہیں ”نور جہاں“ ثانی کہا جاسکتا ہے۔

بیگم ہدایت اللہ

بیگم ہدایت اللہ کا تعلق سیاسی خاندان سے تھا۔ لیڈی ہدایت اللہ پاکستان کی سرگرم رہنما تھیں چنانچہ وہ پاکستان بننے کے بعد بھی سیاست سے وابستہ رہیں۔ انہوں نے سندھ کے علاقے میں خواتین کو منظم کیا اور انہیں سیاسی پلیٹ فارم پر مربوط طریقے سے لائیں، لیڈی ہدایت اللہ اس بامسمیٰ تھیں۔۔۔ اس وقت وہ اپنے آنے والی نسل کو ہدایت سے نوازا کرتیں اور خواتین کے سیاسی گروپ تشکیل دیتیں۔ بے شمار ان گنت خواتین ان سے فیضیاب ہوئیں۔

بیگم وقار النساءون

بیگم وقار النساءون تحریک پاکستان کے ممتاز اور اہم رہنما ہیں۔ وہ سابق وزیراعظم ملک فیروز خان کی اہلیہ تھیں۔ آپ نے مسلم لیگی خواتین کو منظم کر کے سیاسی بحران پر قابو پایا اس کے ساتھ ساتھ وہ ریڈ کراس میں بھی فعال رہیں۔ ۱۹۴۸ء میں آل پاکستان فیملی ایسوسی ایشن (اپوا) کی بنیاد رکھی آپ نے خواتین میں سیاسی بیداری کے لئے بہت کام کیا۔ ان کی چلائی ہوئی تحریک نے عام عورت کو بھی احساس دلایا کہ وہ بھی سیاست کے میدان میں کارنامے سرانجام دے سکتی ہے۔ بیگم وقار النساءون بہترین ایڈمنسٹریٹریں تھیں۔ ۱۹۵۸ء میں بیگم وقار النساءون کو برسلز میں گولڈ میڈل دیا گیا اس کے علاوہ بیگم شاہ نواز، صاحبزادی محمود بیگم، بیگم حسین چیمہ، بیگم عطاء محمد، بیگم زبیدہ احسان الحق، رفعت بشیر، بیگم ممتاز دولتانہ نے بھی سیاست کا یہ قافلہ اپنے فرائض ادا کر کے آہستہ آہستہ رخصت ہو گیا۔

مرد اصول بنایا کرتے ہیں اور عورتیں برتاؤ
ڈی سیگر

(حمیرا اکرم، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو)

اقبال کا تصور زن

(”خواتین کا عالمی دن“ کے حوالے سے ۸ مارچ ۲۰۱۹ء بہاولپور آرٹس کونسل رشیدیہ آڈیٹوریم میں پڑھا گیا)

بڑے بڑے دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ عورت بیان میں آسکنے والی وحدت ہے ہی نہیں۔ عورت کی صفات اور مرد کے مقابلے میں امتیازات کو مکمل طور پر بیان کرنا یا ان کا تعین کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس لئے بڑے دانشور، شاعر، ادیب اور فلسفی اپنے اپنے نکتہ نظر سے عورت کی تعریف کرتے رہے ہیں۔

اقبال جیسے عظیم دانشور اور فلسفی نے تاریخ انسانی اور اسلام کے عمیق مطالعے سے عورت کا ایک مکمل اور جاندار تصور پیش کیا ہے۔ ۸ مارچ خواتین کے عالمی دن کے حوالے سے اقبال کے تصورات کو اجاگر کرنے کی ضرورت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اقبال کسی بھی معاشرے کی بقا اور اس کے استحکام اور ترقی کے پس منظر میں عورت کی اہمیت اور عظمت سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس مختصر مضمون میں تصور زن کے حوالے سے اقبال کے چند افکار ”مشت از خروارے“ کے طور پر پیش خدمت ہیں:-

اقبال ایک خط میں عورت کی معصومیت اور سادگی کو اس کا اصل حسن گردانتے ہوئے لکھتے ہیں:-
 ”وہ عورت جو کمال حسن کے باوصف، پندار حسن سے مطلق مبرا ہو میرے نزدیک خدا کی تمام مخلوقات میں دلکش ترین شے ہے“
 بحوالہ شذرات فکر اقبال۔

دنیا کی اس دلکش ترین ہستی ہی کی بدولت نظام کائنات کی تخلیق کا انحصار ہے ایک شاعر کا شعری وجدان ہے یا ایک موسیقار کی موسیقی اور راگ و ساز عورت ہی کی وجہ سے عالم وجود میں آئے۔ اقبال عورت کا شرف یوں بیان کرتے ہیں:-

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں
 شرف میں بڑھ کر ثریا سے مشت خاک اس کی کہ ہر شرف ہے اسی درج کا در کمون
 مکالمات فلاطون نہ لکھ سکی لیکن اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطون

ہر عہد میں خدا کی رحمت کو نہ جاننے والے اور عورت کے تقدس اور رتبے سے ناواقف لوگ بیٹی کی پیدائش پر غمزہ ہو جاتے ہیں اقبال کے دوست سر اس مسعود کے ہاں بیٹی کی ولادت پر اقبال کا یہ قطعہ ایسے لوگوں کے لئے نہایت فکر انگیز ہو سکتا ہے۔

۔ راس مسعود جلیل القدر کو جو کہ اصل و نسل میں مجبور ہے
 راحت جان و جگر دختر ملی شکر خالق، منت معبود ہے
 خاندان میں ایک لڑکی کا وجود باعث برکات لا محدود ہے

اور پھر ان کے ہاں تیسری بیٹی کی پیدائش پر غلط میں لکھتے ہیں:-

”لڑکیوں کی افزائش رزق کی افزائش ہے، کیا عجب خدا تعالیٰ تمہارے رزق میں بھی توسیع کر دے۔“

مشہور مذہبی اسکالر ڈاکٹر اسرار احمد، اقبال کو آئمہ کرام کے بعد دنیائے اسلام کی سب سے بڑی شخصیت قرار دیتے ہیں اور وہی اقبال اپنے اسلامی فکر اور جذبے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مراداد این خرد پرور جنونے نگاہ مادر پاک اندرونے
نہ مکتب چشم و دل نتواں گرفتن کہ مکتب نیست جز سحر فسونے

یعنی مجھ میں جو اسلام اور قوم سے محبت کا جذبہ موجزن ہے وہ میری پاک طینت ماں کی تربیت کا نتیجہ ہے ورنہ تعلیمی ادارے اور تعلیمی ڈگریاں تو محض شعبہ بازی ہیں۔ عورت کی اس عظمت کے پیش نظر اقبال یورپ میں عورت کی ناقدری دیکھ کر کہتے ہیں:-

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

یعنی یورپی حکماء کی فکر و دانش عورت کی عظمت کا تعین نہ کر سکی اگرچہ یورپ کی عورت کی شرافت کی گواہی چاند تارے بھی دے رہے ہیں لیکن افسوس کے وہاں کے مرد عورت کا وقار اور عظمت نہ جان سکے اور مغرب میں آج عورت محض شمع محفل بن کے رہ گئی ہے۔ دوسری طرف مشرق میں اس کا ادراک نہ کرتے ہوئے نئی نسل کی لڑکیاں جس طرح ان کے طرز زندگی کی تقلید کر رہی ہیں، اقبال ان کے لیے حقیقت یوں واضح کرتے ہیں:

قوت مغرب نہ از چنگ و رباب نہ زرقص دختران بے حجاب
نہ زسحر ساحران لالہ رواست نے زعریان ساق و نے قطع موسست
قوت افرنک از علم و فن است از ہی آتش چراغ روشن است

یعنی اہل مغرب کی ترقی نہ تو عیش و عشرت کی محفلوں کی وجہ سے ہے نہ رقص و سرود کی محفل اور بے پردہ لڑکیوں کی وجہ سے ہے، نہ ہی حسین عورتوں کے فیشن اور بال کٹوانے کی وجہ سے ہے اور نہ ہی عریاں پنڈلیاں دکھانے کی وجہ سے ہے بلکہ اہل مغرب کی

ترقی کارا ز صرف اور صرف علم اور دانش کے حصول میں ہے علم و فن نے ان کی ترقی کی شمع کو روشن کر رکھا ہے۔ چنانچہ آج مشرقی خواتین کی ترقی، علم و فن کے حصول میں ہے ناکہ مغربی تہذیب اپنانے میں۔

اقبال کے نزدیک ایسی قوم لائق صدمبار کباد ہے جس قوم کی جدوجہد سے زندگی کے ہنگامے پیدا ہوں، مگر اس کا انحصار اس قوم کی عورت کی پاک سیرت اور بلند کرداری پر ہے۔ اقبال کے نزدیک اگر یہ دیکھنا ہے کہ کسی قوم نے ماضی میں کس قدر شاندار کامیابی حاصل کی ہے اور مستقبل میں کرے گی تو اس قوم کی عورتوں کی پیشانی یعنی ان کا بلند کردار اور حسن سیرت دیکھو چنانچہ کہتے ہیں

خنک آں ملتے کزوار دالتش قیامت ہا بہ بیند کانتاش
چہ پیش آید چہ پیش افتاد اورا تو اں دیداز جبین اتہاتش

اس لئے اقبال مسلمان خواتین کو ماضی کی بلند کردار خواتین کی طرح ہی بلند کردار، صالح العمل اور بلند حوصلہ بننے کی تلقین کرتے ہیں۔

ہذا شام ما بروں آور سحر را بہ قرآں باز خواں اہل نظر را
موی دانی کہ سوزِ قراءت تو دگرگوں کرد تقدیرِ عمر را

یعنی موجودہ تاریک شام سے تو ایک نئی صبح پیدا کر اور اہل نظر کو قرآن کے مفہوم سے آشنا کر کیونکہ تو ہی وہ ذات ہے جس کے سوزِ قرأت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقدیر بدل گئی تھی۔ اسی طرح عورت کے پردے کے حوالے سے اقبال نہایت ہی خوبصورت تشبیہ بیان کرتے ہیں:

ضمیرِ حاضر بے نقاب است کشادش در نمود رنگ و آب است
جہاں تابانی ز نورِ حق پیاموز کہ او با صد تجلی در حجاب است

یعنی دورِ حاضر بے حجاب اور بے نقاب ہو چکا ہے، لیکن اے عورت! تو حق تعالیٰ سے وہ راز سیکھ لے جس راز سے باری تعالیٰ سینکڑوں تجلیات رکھتے ہوئے بھی پردوں میں پوشیدہ ہے۔ قدرت کا یہ عجب دستور ہے کہ ہر قیمتی چیز ہمیشہ چھپی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کا سارا حسن اور کشش اسی روپوشی میں پنہاں ہوتا ہے۔ اقبال اس لیے عورت کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ضمیرِ حاضر بے نقاب است کشادش در نمود رنگ و آب است
جہاں تابانی ز نورِ حق پیاموز کہ او با صد تجلی در حجاب است

یعنی مجھ درویش کی نصیحت پر عمل کر، یاد رکھ ہزار امتیں فنا ہوں گی لیکن تو زندہ رہے گی، نصیحت یہ ہے کہ تو فاطمہ الزہرہ کے نقش قدم پر چل، اور عصر حاضر کے طور طریقوں پر عمل نہ کرتا کہ تو بھی شبیر جیسے فرزند کو اپنی آغوش کی زینت بنا سکے۔

آخر میں بہت وثوق سے بس اتنا کہوں گی کہ اقبال کا تصور زن اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ اگر اس کے سانچے میں ڈھال دیا جائے تو ان خواتین کے لیے سال کا ایک دن نہیں منایا جائے گا، بلکہ ہرگز رتا دن خود ان کی عظمت و رفعت کی داستانوں سے ترتیب پائے گا۔

خالدہ سلطانی نگار شعبہ اردو

علامہ اقبال کی مکتوب الیہ خواتین

خط اردو کی ایک اہم صنف نثر ہے۔ خط میں انسان کے دلی جذبات و احساسات منعکس ہوتے ہیں۔ خطوط کسی بھی لکھنے والے کی شخصیت، اس کے تصورات، نظریات رجحانات اور ظاہر باطن کا بھرپور آئینہ ہوتے ہیں۔ ایسے خطوط کسی ہستی کی زندگی و شخصیت کو پرکھنے کا بہترین ذریعہ ہیں اگرچہ علامہ اقبال کی حیات و شخصیت، اخلاق و عادات، نظریات و افکار پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں سوانح نگاروں نے اقبال کے دوست، معاصرین اور عقیدت مند حضرات کے بیانات سے بھی مدد لی ہے۔ لیکن کسی شاعر یا مصنف کی حیات و شخصیت کو سمجھنے کا بہترین ذریعہ خود اس کی تحریریں اور فن ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال کی حیات و شخصیت دیکھنے کے لیے ان کے خطوط کو پیش نظر رکھا ہے۔ بقول سید مظفر حسین برنی (۱) علامہ اقبال کے ڈیڑھ ہزار خطوط منظر عام پر آچکے ہیں اور ان میں علامہ نے اپنی عادات و اطوار، رجحانات و نظریات اور دلی جذبات کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ علامہ اقبال نے یہ مکتوب زیادہ تر اردو، انگریزی، فارسی، اور ایک خط عربی زبان میں تحریر کیا ہے۔

اس دفعہ کا ”عروج“ چونکہ خواتین نمبر ہے۔ لہذا مضمون ہذا میں علامہ اقبال کی مکتوب الیہ خواتین کے بارے میں بات کریں گے ایک اعتبار سے خطوط اقبال ان کی خود نوشت سوانح عمری ہے۔ جس میں اقبال نے اپنے خاندان، والدین، ازدواجی زندگی، اولاد اعزہ و اقارب، مختلف اسفار، نظریات، بیماری و صحت ملی و بین الاقوامی سیاست میں کردار، مختلف انجمنوں سے وابستگی، عقل و دل کی داستان بیان کی ہے۔ بقول اقبال وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

اور ان کے یہ رنگ مکتوبات اقبال میں بھی واضح اور عیاں ہیں ان کے خطوں میں جو سب سے پہلے جو عورت ملتی ہے ان کا نام عطیہ فیضی ہے۔ جو ایک علم دوست، تعلیم یافتہ اور روشن خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ اقبال سے ان کی ملاقات ۱۹۰۷ء میں ہوئی۔ اس ابتدائی تعارف کے بعد اپنے مخصوص ذوق و شوق مشترک کی بناء پر اقبال اور عطیہ فیضی میں فلسفہ موضوع گفتگو بن گیا یہ ملاقاتیں استاد آرنلڈ کے ہاں بھی ہوتی رہیں۔ عطیہ فیضی کی ذہانت اور قابلیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ اقبال نے اپنی اپنی ایچ ڈی کا مقالہ اور تاریخ عالم مسودہ جو جرمن امتحان کے لئے لکھا تھا عطیہ فیضی کو پورا سنایا پھر اقبال جرمنی گئے تو عطیہ فیضی بھی وہاں کے نظام تعلیم کا مطالعہ کرنے ہائیڈل برگ یونیورسٹی چلی گئیں عطیہ فیضی کے نام اقبال کے اب تک دریافت ہونے والے خطوط کی تعداد گیارہ ہے۔ جو

۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۱ء تک اقبال نے عطیہ فیضی کے نام زندگی کے اس دور میں لکھے جب وہ ایک جذباتی بحران سے گزر رہے تھے۔ یہ مکاتیب ”اقبال اور عطیہ بیگم کے“ عنوان سے کتابی صورت میں مرتب ہو چکے ہیں۔ انگریزی زبان میں تحریر کیے ہوئے اقبال اپنے خط میں عطیہ فیضی سے اپنی دوستی کا اقرار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ ”آپ کے ملاقات نامہ کا بہت بہت شکریہ جس سے میں بے حد لطف اندوز ہوا۔۔۔ سے زیادہ دوست کی اور کوئی چیز لطف اٹھانے کے قابل نہیں ہوئی“ ایک دوسری جگہ عطیہ فیضی سے یوں مخاطب ہوتے ہیں ”مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے طریقہ کار اور منشا کے بارے میں بہت ہی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی ہیں اور آپ سے ملاقات کیے بغیر آپ کی غلطی کی اصلاح کرنا آسان کام نہیں ہے اسی دوستی کے مفاد کی خاطر جس کا مجھے اب تک دعویٰ ہے یہ امر ضروری ہو گیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔“

اقبال کا عطیہ فیضی کی دوستی کا سب سے بڑا اور نمایاں پہلو ان کا تعلیمی و علمی اور تحقیقی لحاظ سے علامہ اقبال کا معاون کار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ یورپ سے واپس آنے کے بعد بھی عطیہ فیضی سے مسلسل رابطہ رکھا جب علامہ اقبال کا پی ایچ ڈی کا مقالہ کتابی صورت میں شائع ہوا تو آپ نے عطیہ فیضی کو اس بات کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا ”ایرانی فلسفہ مابعد الطبیعات“ یہ میری کتاب شائع ہو گئی ہے میں بہت جلد آپ کو اس کا ایک نسخہ بھیجوں گا“ علامہ اقبال جب کبھی بھی کوئی اہم لیکچر دیتے تو ان کی خواہش ہوتی کہ وہ اس کی کاپی عطیہ فیضی کو بھی بھیجیں۔ علامہ اقبال جب یورپ سے ہندوستان واپس آئے انہیں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑا اور کبھی ذہنی پریشانیوں سے دوچار ہوتے ان سب کے بارے میں معلومات اقبال از عطیہ بیگم سے بخوبی ملتی ہیں مثلاً علامہ اقبال اپنے ایک خط میں ملازمت کرنے سے انکار اور اپنے خانگی حالات کے متعلق عطیہ کو یوں تحریر کیا۔

”میں نے علی گڑھ کی پروفیسری قبول کرنے سے انکار دیا ہے اور چند دن ہوئے میں نے لاہور گورنمنٹ کالج میں تاریخ کی پروفیسری قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ میں کسی بھی قسم کی ملازمت نہیں کرنا چاہتا میرا مقصد یہ ہے کہ میں جلد سے جلد اس ملک سے بھاگ کے کہیں چلا جاؤں آپ کو اس کی وجہ معلوم ہے میں اپنے بھائی کا ایک قسم کا اخلاق قرض دار ہوں اور یہی چیز مجھے روک رہی ہے میری زندگی سخت مصیبت بنی ہوئی ہے“ عطیہ فیضی نے علامہ اقبال کی بعض نایاب غزلوں نظموں اور خطوط کو سنبھال کر رکھا خاص طور پر جو انھوں نے قیام یورپ میں دوران تعلیم لکھیں ایک بار اپنی ایک گم گشتہ نظم عطیہ کی طرف سے موصول ہونے پر علامہ اقبال نے ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ ”بہت بہت شکریہ نظم کی نقل کا جو آپ نے ازراہ مہربانی مجھے بھیجی ہے مجھے اس کی سخت ضرورت تھی“ اقبال عطیہ کو اپنے مستقبل کے منصوبوں سے بھی آگاہ کرتے مثلاً ”والد نے مجھے سے فرمائش کی ہے کہ میں بوعلی قلندر کی مثنوی کے نمونے پرفارسی میں کوئی مثنوی لکھوں اس اہم کام کی مشکلات کے باوجود میں نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا ہے ابتدائی اشعار ملاحظہ ہوں۔

نالہ انداز نو ایجاد کن	بزم راز ہائے وہو آباد کن
آتش استی بزم عالم برفروز	دیگران را ہم از بن آتش بسوز
سینہ را سر منزل صد نالہ ساز	پشت پا بر شورش دنیا بزن
	امشک خوئیں را جگر پر کالہ ساز
	موجہ بیرون این دریا بزن

”اقبال از عطیہ فیضی“ کی معلومات کے تعاقب میں ڈاکٹر سعید اختر درانی یورپ گئے اور مس ایماویگے ناسٹ اور علامہ اقبال کے درمیاں پنہاں روابط کو تلاش کرنے میں ہوئے۔

ایماویگے ناسٹ

مس ایماویگے ناسٹ ایک جرمن خوش شکل و مہذب خاتون تھیں جو ہائیڈل برگ میں علامہ اقبال کے مختصر قیام کے دوران (اواخر جولائی تا اوائل اکتوبر ۱۹۰۲) جرمنی زبان میں ان کی اتالیق تھیں۔ علامہ اقبال ان کے بڑے گرویدہ تھے یہ گرویدگی بالکل صاف اور پاکیزہ تھی۔ مس ایماویگے ناسٹ کے نام علامہ اقبال کے خطوط کا کھوج جرمن فورم کے صدر ممتاز مرحوم اور ایک نو مسلم جرمن محمد امان اللہ ہرٹ برہو بوم نے لگایا۔ ڈاکٹر سعید اختر درانی نے ان خطوط کی نقول مسٹر ہو بوم سے ۱۹۸۲ میں حاصل کیں۔ خطوط کی تعداد ۲۷ تھی۔ جو گم ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہے علامہ اقبال عطیہ فیضی کے نام ایک مکتوب میں مس ایماویگے ناسٹ کے بارے میں لکھتے ہیں ”دو تین ہفتے ہوئے میرے پاس آپ کی دوست ویگے ناسٹ کا خط آیا تھا میں اس لڑکی کو بے حد پسند کرتا ہوں وہ کس قدر اچھی ہے۔ میں نے اسے خط لکھا ہے“

عطیہ ہی کے نام ایک اور خط میں مس ایماویگے ناسٹ کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں۔ ”چند دن ہوئے مس ویگے ناسٹ کا خط موصول ہوا جب میں انہیں خط لکھوں گا تو انہیں ان دنوں کی کچھ یاد دلاؤں گا جب کہ آپ (عطیہ) جرمن تھیں آہ۔۔۔۔۔ وہ دن جو پھر کبھی نہیں آئیں گے۔ وہ آج کل اپنے ہی گھر پر ہیں یعنی پائیل برون مین لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اب ہائیڈل برگ آگئی ہوں گی تاکہ۔۔۔ پروفیسر کے تعلیمی کاموں میں ان کی اعانت کریں“

جرمنی اور اہل جرمن کے ساتھ ساتھ مس ایماویگے ناسٹ علامہ اقبال کے لیے بہت اہم ہستی ہیں۔ مس ایماویگے ناسٹ کے نام مکتوبات علامہ اقبال کے جرمنی سے وابستہ احساسات کی بھرپور نمائندگی ہوتی ہیں بقول ہو بوم گویا فرانٹلائٹن ویگے ناسٹ ہی گوئے بھی ہیں ہائینے بھی۔ کانت شو پنہار ہائیڈل برگ، دریا کے نیکر جرمنی اور وہ بہجت انگیز دن بھی وہ مسرت بھرے دن یہ سب کے سب فرانٹلائٹن ویگے ناسٹ کی شخصیت میں مجسم ہو گئے تھے مس ایما سے اقبال نے بہت سیکھا اس کا اعتراف اپنے ایک خط میں بھی کرتے ہیں۔ ”میں ہائیڈل برگ کے وہ ایام کبھی فراموش نہ کر سکوں گا جب آپ نے مجھے گوئے کا فاسٹ پڑھایا اور دیگر کئی طرح سے میری مدد کی تھی وہ کیا بہجت افزاء دن تھے“

یا پھر اگلے روز میں ہائینے کا مطالعہ کر رہا تھا اور مجھے وہ پر مسرت دن یاد آ گئے جب ہائیڈل برگ میں محترمہ پروفیسر صاحبہ کے یہاں ہم دونوں اس کو ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے“

ایک جگہ مس ایماویگے ناسٹ سے دوبارہ ملاقات کی خواہش کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں ”بڑی آرزو ہے کہ میں

آپ سے ہائیڈل برگ یا ہیل برون میں دوبارہ مل سکوں تاکہ ہم ایک ساتھ وہاں سے اس پیر طریقت گوئے کے مقدس مزار کی زیارت کر سکیں۔

علامہ اقبال کے افکار عظیم پر مس ایما اور جرمنی کے جو اثرات ہوئے اپنے ایک خط میں ان کے بارے میں یوں بتاتے ہیں ”یہ بات میرے لیے ناممکن ہے کہ میں آپ کے اس خوبصورت ملک کو بھول جاؤں۔ جہاں سے میں نے اتنا سیکھا ہائیڈل برگ میں میرا قیام سوائے ایک حسین خواب کے۔۔ بھی نہیں ہے اس نے میری آورشوں پہ گہرا اثر ڈالا ہے اور میں وہاں اپنے قیام کو کبھی فراموش نہ کر سکوں گا۔

محبت اور اپنائیت کے رشتے مادیت سے آزاد ہوتے ہیں۔ اخلاص کی ڈور سے بندھے ہوئے رشتے کبھی ٹوٹ نہیں پاتے۔ مس ایما کے نام ایک خط میں انہیں جذبات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا۔

”مت بھولیے گا کہ اگرچہ کئی ملک اور سمندر ہمیں ایک دوسرے جدا کریں گے پھر بھی ہمارے درمیان ایک غیر مرئی رشتہ قائم رہے گا۔ میرے خیالات ایک مقناطیسی قوت کے ساتھ آپ کی طرف دوڑیں گے اور اس بندھن کو مضبوط بنائیں گے ہمیشہ لکھتی رہیے گا اور یاد رکھیے گا کہ آپ کا ایک سچا دوست ہے اگرچہ وہ فاصلہ دراز ہے جب دل ایک دوسرے کے قریب ہوں تو فاصلہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔

یوں علامہ اقبال کی تعلیم فلسفہ میں مس جرمنی اور اہل جرمنی نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے عطیہ فیضی اور مس ایما ویکے ناسٹ کے اس اخلاص و مہر کی اہمیت کو علامہ اقبال کے شعر میں یوں سمیٹیں گے

۔ وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا!
نیک عورت ایمان کی مددگار ہوتی ہے

نبیہا قیصر سال اول ۵۳۴

بے نظیر بھٹو (نام ایک جدوجہد مسلسل کا)

کچھ روز قبل میں نے اپنے کالج کے نوٹس بورڈ پر لکھا ایک نوٹس پڑھا جس میں تحریر تھی کہ کالج کے مشہور معروف ناول عروج میں خواتین نمبر شائع ہو رہا ہے اور اس تحریر کو پڑھتے ہی مجھے بے شمار خواتین کا خیال آیا۔ ایک خاتون کا خیال فوراً دماغ میں ابھرا جس نے ساری زندگی جدوجہد کی وہ نام شہید جمہوریت، دختر مشرق محترمہ بے نظیر بھٹو ہے۔ بی بی شہید ۲۱ جون ۱۹۵۳ء کو سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے گھر پیدا ہوئیں۔ اپنے والد سے بے پناہ محبت اور قربت تھی والد نے پیار میں بی بی کا نام چکی رکھا۔ تعلیم کا آغاز پاکستان میں کیا مگر اعلیٰ تعلیم کے لئے قائداعظم کی طرح انگلستان گئیں۔ ۱۹۷۳ء میں ہارورڈ سے گریجویشن کے بعد آکسفورڈ سے فلاسفی، اکنامکس پولیٹکس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ آکسفورڈ یونین کے انتخابات میں حصہ بھی لیا اور یونین کی صدر منتخب ہوئیں اور ۱۹۷۷ء میں وطن واپس آئیں۔ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء میں آمر ضیاء الحق نے مارشل لگایا جس کے نتیجے میں بی بی کو اپنے والد کو تختہ دار پر لٹکتے اور چند لوگوں کی موجودگی میں دفن ہوتے دیکھا اور یہاں سے ایک عہد سنگ کا آغاز ہوا بھٹو کی چکی، ہمیشہ زندہ رہنے والی بی بی شہید بن گئیں۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۴ء تک آمر وقت کے خلاف قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں، ڈنڈے کھائے مختلف جیلوں میں قید رہیں۔ ۱۰ ماہ کی قید تنہائی بھی برداشت کی ۱۹۸۴ء میں جیلوں سے رہائی ملی تو دو ساختہ جلاوطنی کے لئے برطانیہ چلی گئیں۔ اگست میں ان کے چھوٹے بھائی شاہنواز بھٹو کو فرانس میں زہر دے کر قتل کر دیا گیا۔

باپ کے بعد بھائی کا قتل دیکھا اور وطن لوٹ آئیں والد کی پاکستان پیپلز پارٹی کو سنبھال لیا شہر ریلیاں نکالیں جہاں گئیں عوام کے جم غفیر نے خوش آمدید کہا ۱۱ اگست ۱۹۸۸ء کو ضیاء الحق کا طیارہ حادثاتی طور تباہ ہو گیا اور ملک سے مارشل لاء کا اختتام ہوا۔ جیلوں نے جشن منانا چاہا مگر بی بی نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ یہ دکھ کا وقت ہے خوشی کا نہیں اور جمہوریت بہترین انتقام ہے۔ آپ نے ۱۸ دسمبر ۱۹۸۷ء میں آصف علی زرداری سے شادی کی۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۸۸ء کو ان کے گھر پہلے بیٹے بلاول بھٹو زرداری کی پیدائش ہوئی اور مورخ جب بھی تاریخ لکھے گا تو یہ ضرور لکھے گا کہ بی بی شہید اس وقت حاملہ تھیں جب انہوں نے مخالفوں کے ڈنڈے کھائے اور ریلیوں کی قیادت کی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء میں بی بی شہید مسلم دنیا کی پہلی خاتون وزیراعظم منتخب ہوئیں اور روٹی کپڑا اور مکان گھر گھر پہنچایا۔ عوام کہا کرتی تھی کی بے نظیر آئے گی اور روزگار لائے گی۔ لیکن بی بی کا تختہ الٹ دیا گیا اور بی بی پھر بھی غیر جمہوری قوتوں ڈٹی رہیں۔

جبکہ آصف علی زرداری جو جیل بھیج دیا گیا اور ۱۹۹۱ء جنوری میں بی بی کے گھر پہلی بیٹی بختاور اور ۱۹۹۳ء میں آصفہ دوسری بیٹی کی پیدائش ہوئی ۱۹۹۳ء میں پی پی پی دوسری مرتبہ اقتدار میں آئیں اور بی بی شہید دوسری مرتبہ خاتون وزیراعظم منتخب ہوئیں مگر اس دفعہ بھی اقتدار کو تکمیل تو دور کی بات دنیا کا مشکل ترین دور گزارا اور ان کے دوسرے بھائی میر تقی بھٹو کو گولیاں مار کر قتل کر دیا گیا اور تاریخ گواہ ہے کہ بی بی شہید وزیراعظم لرزیدہ پاؤں اور ننگے پاؤں سے ہسپتال پہنچیں۔ مگر پھر بھی وہ ہار نہ مانیں اور بولیں جمہوریت بہترین

انتقام ہے۔ Democracy is the best revenge

اور یوں دوسری مرتبہ بھی غیر جمہوری قوتوں نے مدت پوری نہ کرنے دی۔ ۱۹۹۹ء میں سابق وزیراعظم نے ایمر جنسی نافذ کی اور بی بی کو ایک بار پھر جیلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ہار نہ مانی انہوں نے دوبھائیوں کی شہادت دیکھی والد کی پھانسی اور شوہر کو ۱۱ سال جیلوں میں قید دیکھا تاریخ گواہ ہے کہ وہ عورت اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو گود میں اٹھا کر اور ہاتھ پکڑ کر جیل لاتی تھی والد سے ملوانے نہ تو مورخ نے ملازموں کی فوج دیکھی نہ ہی کوئی لمبا چوڑا گاڑیوں کا پروٹوکول تب ہی تو وہ امر ہو گئی خیر پرویز مشرف کی ایمر جنسی کے بعد جلاوطنی کی بدولت لندن اور دبئی چلی گئیں اور سات سال دو بار ملک سے دور جلاوطن رہیں مگر سال بعد ایک بار پھر NRO کر کے ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو کراچی ایئر پورٹ پہنچی مگر انتہا پسند قوتوں کو جمہوری دور کی واپسی پسند نہ آئی اور کراچی سے کارساز سے مقام پر خون کی ہولی کھیلی گئی دوز و دربار بم دھماکے سنے گئے اس کے بعد ایک حیرت انگیز واقعہ نظر آیا عوام بھاگی مگر اپنی جان بچانے کے لئے نہیں بلکہ محبوب قائد کے لئے اس دن تورب نے جان بچالی اور بی بی کو باحفاظت بلاول ہاؤس کراچی پہنچا دیا گیا لیکن اس کے بعد بی بی واپس دبئی چلی گئیں مگر وہ تو بچوں سے آخر ملاقات کرنے گئیں تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ وقت تھوڑا بہت باقی ہے وہ کہتی تھیں۔

۔ میں موت سے کب ڈرتی ہوں

میں موت کی خاطر زندہ ہوں

بچوں نے روکا کہ بی بی واپس نہ جائیں مگر وہ دو روز میں واپس آئیں قریبی لوگوں نے روکا کہ سیکورٹی رسک ہے باہر نہ جائیں مگر وہ تو قوم کی بیٹی تھی قوم سے کیسے دور رہ سکتی تھی۔ کبھی سیکورٹی سے چھپ کر لیاری پہنچ جاتی تھی تو کبھی وزیرستان میں جا کر گھنٹوں گھنٹوں بیٹھ کر دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی مگر ہار نہ مانتی اور کہتی:-

میں باغی ہوں میں باغی ہوں میں باغی ہوں میں باغی ہوں میں باغی ہوں میں باغی ہوں

میں موت سے کب ڈرتی ہوں میں موت کی خاطر زندہ ہوں

بالآخر ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ء کی وہ شام آئی جب بی بی نے خطاب کیا اور واپسی کی اجازت مانگی مگر واپسی دنیا سے واپسی تھی ظالموں نے پنڈی گھات لگائی تھی اور ایک بار اسی باغ میں جہاں لیاقت علی خاں قاتل کیا گیا تھا وہاں ایک حسین باب بند کر دیا گولیوں اور بم دھماکوں کے نتیجے میں بی بی شہید ہو گئیں اور ظلم کی انتہا ہو گئی۔ صاحبہ وہ عورت جس نے ساری زندگی جدوجہد کی اس کی شہادت کے چند گھنٹوں بعد جائے شہادت کو دھو کر حقائق چھپا لیے گئے اور ایک حسین باب ایک جدوجہد مسلسل کو لاڑکانہ میں گڑھی خدا بخش میں آباؤ اجداد کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

جلوهٔ صدر رنگ
(مضامین)



صغریٰ رانا

سخن کی شہزادی

پروین شاکر۔۔ حالات و کوائف ایک جائزہ

نام: سیدہ پروین بانو ادبی نام: پروین شاکر

پیدائش: بروز پیر، ۲۴ نومبر ۱۹۵۲ء کراچی

والد: سید شاکر حسین (بھارت سے جون ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے کراچی آباد ہوئے) والدہ: افضل النساء

متغنی: ۱۹۷۵ء شادی: ۱۹۷۶ء

بیٹی کی پیدائش: ۱۹۷۹ء سید مراد علی (جسے پیار سے ”گیتو“ کہتی تھیں) ازدواجی زندگی کا خاتمہ: ۱۹۸۷ء

تعلیمی سفر: میٹرک رضویہ گرلز ہائی سکول، کراچی ۱۹۶۶ء

ایف اے: ۱۹۶۸ء بی۔اے (آنرز انگریزی ادبیات) جامعہ کراچی ۱۹۷۲ء

ایم۔اے (لسانیات) جامعہ کراچی ۱۹۸۰ء

سی ایس ایس ۱۹۸۱ء (پاکستان بھر میں دوسری پوزیشن) سول سروس اکیڈمی، لاہور (دسواں رینج) ۱۹۸۲ء

ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ آف کسٹم اینڈ ایکسائز، کراچی ۱۹۸۳ء

اسکالر شپ: فل برائٹ اسکالر شپ ہارڈورڈ یونیورسٹی، امریکہ ۱۹۹۰ء

ایم۔پی۔اے: ہارڈورڈ یونیورسٹی امریکہ ۱۹۹۲ء

مکالمہ پی ایچ ڈی: موضوع ”۱۹۷۱ء کی جنگ کے ذرائع ابلاغ کا کردار“ (پیش کرنے کی مہلت نہ ملی)

شعری سفر: زمانہ طالب علمی کے دوران سرسید گرلز کالج، کراچی ۱۹۶۸ء

تخلص: ابتدائی ”بینا“ (بعد ازاں ”پروین“)

پہلی نظم: ”صبح وطن“ ریڈیو پاکستان کراچی سے نشر ہوئی۔ ۴ اگست ۱۹۶۸ء

مجموعہ ہائے شعری: ”خوشبو“ طبع اول نومبر ۱۹۷۷ء (آدمی ادبی ایوارڈ یافتہ)

اب تک اس مجموعہ (خوشبو) کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

”صد برگ“ طبع اول فروری ۱۹۸۰ء (متعدد ایڈیشن)

”خودکلامی“ طبع اول ۱۹۸۵ء (ہجرہ ایوارڈ یافتہ)

”انکار“ طبع اول ۱۹۹۰ء

”ماہ تمام“ طبع اول ۱۹۹۴ء (چاروں مجموعوں کی کلیات)
 ”کف آئینہ“ طبع اول ۱۹۹۶ء (پروین شاکر کی وفات کے بعد)

شعری تراجم: Talking to Self

پروین شاکر کی منتخب نظموں کا انگریزی ترجمہ (بعد از مرگ)
 سولہ برس کی بھارتی لڑکی ”گیتا نجلی“ کی انگریزی نظموں کا اردو ترجمہ (بعد از مرگ)

Slected Poems of Ahmed Nadeem Qasmi

احمد ندیم قاسمی کے منتخب کلام کا ترجمہ، پروین شاکر نے جناب بیدار بخت اور Leslie Iving کے ساتھ مل کر کیا، یہ کتاب پاکستان
 اکیڈمی آف لیٹرز نے شائع کی ہے۔ (پروین شاکر کی وفات کے بعد)
 اعزازات: ایوارڈ بہترین شاعرہ، یو۔ ایس۔ آئی۔ ایس۔ کراچی ۱۹۷۰ء
 آدھی ادبی ایوارڈ ۱۹۷۸ء

گولڈ میڈل، سال کی بہترین شاعرہ، سرسید گرلز کالج کراچی (بہ موقع سلور جوبلی ۱۹۷۹ء)

علامہ اقبال، ہجرہ ایوارڈ ۱۹۸۵ء

ظہور نظر ایوارڈ برائے اردو نظم ۱۹۸۶ء

فیض احمد فیض، بین الاقوامی ایوارڈ برائے شاعری (بین الاقوامی اردو کانفرنس) دہلی، بھارت ۱۹۸۹ء
 صدارتی تمغہ حسن کارکردگی ۱۹۹۱ء

اعزازات بعد از مرگ:

نشان فضیلت، پولیٹیکن ۱۹۹۵ء

APNS 12th Journalistic Award (13th Annual 1995 Award)

Shield Of the Recognition

کراچی و منرپس کمیٹی ۱۹۹۷ء

Golden Women Of Pakistan لیڈیز فورم، ۱۹۹۷ء

ملازمت: لیکچرار گورنمنٹ عبداللہ ہارون گرلز کالج، کراچی ۱۹۷۳ء

سیکنڈ سیکرٹری، سی۔ بی۔ آر، اسلام آباد ۱۹۸۶ء

اسسٹنٹ کلکٹر، ایکسائز اینڈ سیلز ٹیکس راولپنڈی ۱۹۸۸ء

اسسٹنٹ ڈائریکٹر، کسٹم اینڈ انٹیلیجنس، اسلام آباد ۱۹۹۲ء

ڈپٹی ڈائریکٹر، انسپکشن اینڈ ٹریننگ، کسٹم اینڈ سنٹرل ایکسائز، اسلام آباد ۱۹۹۳ء تاحیات

دیگر مصروفیات: ملکی و عالمی مشاعروں میں شمولیت

ٹیبل ویژن پر مشاعروں کی نظامت

کالم نویس، روزنامہ جنگ، کراچی ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۷ء

کالم نویس، ”گوشہ چشم“ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۴ء

وفات: ۲۶ دسمبر، بروز سوموار، اسلام آباد ۱۹۹۴ء

(بسبب حادثہ سڑک اپنے پسندیدہ موسم بارش میں)

آخری آرام گاہ: اسلام آباد

سمیرا صفدر (لیکچرار جغرافیہ)

یادوں کے درتچے

میں نے جس شخصیت پر لکھنے کا ارادہ کیا وہ ہے ”حنان“ میری بی ایس سی کی ایک سابق ہونہار طالبہ۔ جس سے میری پہلی ملاقات ابھی بھی یادوں کے درتچے پر ایسے ہی تازہ ہے جیسے کل کا ہی واقعہ ہو۔ جبکہ اب حنا کو بی ایس سی کیے ہوئے بھی دو سال ہو چکے ہیں تھرڈ ایئر کا نیا سیشن شروع ہو چکا تھا جب ایک سانولی سی لڑکی مسکراتے ہوئے میرے آفس میں آئی اس نے مضمون تبدیل کرنے کی درخواست اٹھا رکھی تھی۔ میں جو پہلے ہی اپنے مضمون میں طالبات کی بڑھتی تعداد کو دیکھ کر پریشان تھی ایک اور طالبہ کو دیکھ کر مزید پریشان ہوئی میرے اس سوال پر کہ آپ کو اتنے دنوں بعد مضمون تبدیل کرنے کا خیال کیوں آ رہا ہے اب جبکہ مضمون تبدیل کرنے کی تاریخ بھی گزر چکی ہے آپ سارا گروپ ہی تبدیل کرنا چاہ رہی ہیں اس نے بتایا کہ میرا لیٹ ایڈمیشن ہوا ہے آگے میں نے کمپیوٹر پڑھنا ہے اور کمپیوٹر کے گروپ میں جغرافیہ بھی ہے تو آپ مجھے رکھ لیں میں نے اس کے پہلے سے رکھے ہوئے گروپ بائنی، ذوالوحی، کیمسٹری کی افادیت کے بارے میں بتایا اور اسے سمجھایا بھی کہ آپ کے FSC میں اچھے نمبرز ہیں آپ کیوں یہ گروپ چھوڑنا چاہ رہی ہیں۔ تب اس نے بتایا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ کراچی سے شادی کے بعد بہاولپور آئی ہے۔

میم جی پلیز آپ اب تک جتنا پڑھا چکی ہیں اس کا مجھ سے ٹیسٹ لے لیں کیونکہ مجھ لگتا ہے شاید میں اپنے پہلے سے رکھے ہوئے مضامین ٹھیک سے نہ پڑھ پاؤں جبکہ مجھ گھر میں اکناکس اور کمپیوٹر کی مدد مل سکتی ہے۔ اس کا سائل ہنستا ہوا کچھ بچکانہ کچھ بے تکلفانہ تھا لیکن گستاخانہ ہرگز نہیں تھا میں نے اس کی درخواست پر سائن کر دیئے وہ بے حد ممنون ہوئی لیکن کر دینے کے باوجود میں اندر

سے کافی متذبذب تھی کیونکہ میرا تجربہ شادی شدہ طالبات کے حوالے سے زیادہ خوشگوار نہیں تھا کیونکہ ایک تو وہ ریگولر نہیں ہوتی اور معذرت کے ساتھ اپنی ازدواجی اور گھریلو ذمہ داریوں کے حوالے سے وہ ہمیشہ فیور مانگنے کے چکر میں ہوتی ہیں اور خاص کر پریکٹیکل مضمون میں وہ پریکٹیکلز کے حوالے سے زیادہ سنجیدگی نہیں دکھاتیں۔ لیکن حنا کا مضمون تبدیل کرنے کے لئے درخواست کا انداز اتنا معصومانہ تھا کہ میں اسے مضمون تبدیل کرنے کی اجازت دے دی۔ مجھے خوشی ہے کہ بعد میں بی ایس سی کے دو سالوں میں حنا نے میرے تمام انڈیشن کو غلط ثابت کیا وہ کلاس کی ریگولر طالبہ تھی اور زیادہ تر چھٹی اس وقت کرتی جب اس نے اپنے میکے کراچی جانا ہوتا وہ بھی وہ باقاعدہ بتا کر اور درخواست دے کر جاتی اس کے علاوہ وہ غیر ضروری چھٹیاں کرنے سے گریز کرتی کراچی سے واپسی پر اس کی کوشش ہوتی کہ جو لیکچر ہو چکے ہیں وہ کسی طرح مجھ سے دوبارہ پڑھ لے یا مجھ سے ڈسکس کر لے اور یہ صرف میرے ساتھ نہیں تھا۔

اپنے دیگر مضامین کے لیے بھی وہ ایسے ہی پریشان ہوتی یہ عادت اس کی اپنی پڑھائی کے ساتھ لگن اور سنجیدگی کو ظاہر کرتی تھی کیونکہ اکثر طالبات اس حوالے سے زیادہ پریشان نہیں ہوتیں کہ ان کا کوئی ہم جو بھی مضمون یا ناپک پڑھ رہے ہیں بس اس کو سمجھ کر پڑھیں بجائے اس کے کہ رٹے لگاتے جائیں چنانچہ جب بھی آفس کا دروازہ کھول کر پوچھتی کہ میم میں اندر آجاؤں میرا ہنستا ہوا پہلا سوال یہی ہوتا تھا کہ آجاؤ حنا آج کیا پوچھنا ہے میرے نزدیک ایسے طلباء اساتذہ کے لئے کسی نعمت سے کم نہیں ہوتے کیونکہ ان کے سکھنے کا جذبہ استاذانہ کو بھی اپنا ڈیوٹی رکھتا ہے۔

حنانہ سرف کلاس میں ریگولر تھی بلکہ اس نے دونوں سال ریگولر پریکٹیکلز بھی کیے اور کاپی بھی خود بنائی اور خاص بات سیشن کے دوران ہی بنائی اب تو اکثر طالبات پریکٹیکلز کے دنوں میں بغیر کسی وجہ کے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور جب سیشن آف ہو جاتا ہے تب کاپیاں لے کر اساتذہ کے پیچھے پھر رہی ہوتی ہیں تھرڈ ایر کارزلٹ آیا تو حنا نے صرف تمام مضامین میں پاس ہوئی تھی بلکہ اس کی فرسٹ ڈویژن بھی تھی جب کہ اس نے مضامین بھی دیر سے تبدیل کیے تھے لیکن اس کے باوجود اس کا رزلٹ کلاس کی کافی اسٹوڈنٹس سے بہتر تھا شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ سیشن میں جتنے بھی کلاس ٹیسٹ ہوئے اس میں حاضر رہی اور تیاری کرتی رہی۔ ایک اور قابل تعریف بات جو حنا کی شخصیت میں مجھے لگی وہ یہ کہ اکثر شادی شدہ طالبات کی زندگی ان کی باتیں ان کا سائل ظاہری بات ہے غیر شادی شدہ طالبات سے مختلف ہوتا ہے وہ اپنی پرسنل باتیں بھی بعض اوقات اپنی غیر شادی شدہ سہیلیوں سے گوش گذار کر رہی ہوتی ہیں (یہ بات مجھے ذاتی طور پر پسند نہیں) بلکہ یہاں شادی شدہ ہونا ہی شرط نہیں منگنی شادی شدہ طالبات کی باتیں بھی اکثر اپنے ”ان“ سے شروع ہو کر ان تک محدود رہتی ہیں۔ جو بعض اوقات کچی عمر کی ساتھی طالبات کے ذہنی روکو تبدیل بھی کر دیتی ہیں چنانچہ میں اس بات کے حق میں ہوں کہ شادی شدہ طالبات کی کمپنی الگ ہی ہو تو بہتر ہے لیکن جہاں تک میرے مشاہدے میں ہے میں نے حنا کو کبھی اپنی سہیلیوں سے یا باقاعدہ کلاس فیلوز سے اپنی ذاتی باتیں ڈسکس کرتے نہیں سنا وہ ایسے بھی اس کی سہیلیوں کی تعداد محدود تھی اور وہ ایک پڑھنے والا گروپ تھا گھر کی بڑی بہو ہونے کے ناطے اس پر گھریلو ذمہ داریاں بھی تھیں یہ بات مجھے تب پتہ چلی جب اس نے فور تھ ایر میں

اپنی ساس کی بیماری پر چھٹی لی۔ حنا کی اکلوتی نند کسی سائنس مضمون کی طالبہ تھی وہ اپنے ریسرچ ورک میں بہت مصروف تھی چنانچہ ساس کی بیماری کی وجہ سے ساری گھریلو ذمہ داریاں حنا پر تھیں جسے حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کر رہی تھی ساتھ کے ساتھ اپنی پڑھائی کا سلسلہ بھی جوڑے ہوئی تھی فوراً تھائیر میں ساس کی بیماری اور کچھ چھٹیوں کی وجہ سے اس کی پڑھائی ڈسٹرب ہوئی جسے وہ کالج کے فری لیکچرز میں لائبریری میں بیٹھ کر پڑھائی کر کے پورا کرنے کی کوشش کرتی تھی اور کبھی بھی اس نے اس بات کو بنیاد بنا کر پڑھائی یا پیپرز چھوڑنے کی بات نہیں کی تھی۔ بلکہ اسے اپنے پیپرز کی فکر تھی کیونکہ اس کے سسرال میں پڑھائی کے حوالے سے مقابلے کی فضاء موجود تھی اور اس کے شوہر اور سسر کی یہ خواہش تھی کہ وہ فرسٹ ڈویژن میں بی ایس سی پاس کرے چنانچہ کالج میں وہ اپنے فری پیریڈز کا استعمال پڑھنے میں کرتی۔

حنا کی شخصیت کی ایک اور خاص بات اس کی سادگی تھی وہ کبھی بھی زیور پہنے یا ہلکی سی بھی لپ اسٹک لگائے کالج نہیں جاتی تھی تو ایسے حالات میں جہاں اکثر طالبات متنگی یا نکاح کے بعد کالج میں تیار ہو کر یا زیورات سے لد کر یوں آتی ہیں جیسے انہیں کوئی سرٹیفکیٹ مل گیا ہو حنا کی سادگی بہت بھلی لگتی تھی ویسے بھی تب مجھے پتہ چلا کہ چہرے پر سچی ایک بے ریاسی مسکراہٹ بھی آپ کے حسن میں چار چاند لگا سکتی ہے جیسے کہ ایک مسکراہٹ ہر وقت حنا کے چہرے پر رہتی۔ (اللہ یہ مسکراہٹ ہمیشہ اس کے چہرے پر قائم رکھے۔ آمین) بی ایس سی کا رزلٹ چیک کرتے ہوئے جب میں نے حنا کا رزلٹ چیک کیا تو مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ حنا نے بی ایس سی فرسٹ ڈویژن میں اچھے نمبروں سے پاس کر لی تھی۔ باوجود اس بات کے کہ وہ فوراً تھائیر میں اس کے اپنے مطابق ویسے پڑھائی کو ٹائم نہیں دے سکتی تھی رزلٹ کا رڈ لینے جب وہ کالج آئی تو اپنی پڑھائی کے حوالے سے ڈسکس کرنے میں اسے پاس بھی آئی میں نے اسے اس کے گھر والوں کو مبارکباد دی تھی۔ اور مستقبل کے بارے میں پوچھا تب اس نے بتایا کہ وہ اپنے سسر کی خواہش پر MCS کرنا چاہ رہی ہے۔ لیکن شاید گھریلو ذمہ داریاں نند کی شادی کی وجہ سے وہ ایوننگ کلاسز میں داخلہ لے ذرا سی کنفیوژ بھی تھی کہ کیا وہ آگے اپنی پڑھائی جاری رکھ پائے گی یا نہیں۔ میں نے اسے یہی سمجھایا کہ یہ آپ کی سچی لگن پر ہے کہ آپ کس طرح اپنے شوق میں حائل رکاوٹوں کو حل کرتے ہیں اور کیسے اپنی مصروفیات کو ساتھ لے کر چلتے ہیں پڑھائی کو جاری رکھنے کے وعدے کے ساتھ مسکراتی ہوئی حنا رخصت ہوئی یہ میری حنا سے آخری ملاقات تھی اس کے بعد میری حنا سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی لیکن مجھے امید ہے کہ وہ اپنا MCS بھی اچھے گریڈ سے مکمل کر چکی ہوگی کیونکہ اس کے اساتذہ کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور یقیناً یہ اہم کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

”خوبصورت عورت دیکھنے سے آنکھ اور نیک دل

عورت دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے“

سموئیل جانس

دی آئرن لیڈی انجمن نورین (اسسٹنٹ پروفیسر سوشل ورک)

اس دنیا میں مجسم انسانیت لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ جن کا مذہب رنگ، نسل، اور قوم کے تمام اختلافات کے باوجود ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ یہاں آج ایک ایسی ہی شخصیت پر لکھنے بیٹھی ہوں کہ جن کے لئے ہزار بار میرے دل سے یہ دعا نکلی کہ کاش اللہ تعالیٰ ان کو کلمہ گو بھی بنادیتا تو دونوں جہانوں میں بے مثال ہوتیں۔

یہ ۱۹۵۸ء کی بات ہے جب پاکستان میں میڈیکل کی فیلڈ میں گنتی کے ڈاکٹر تھے۔ یہ خاتون لائزک (جرمنی) کی رہائشی پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھیں۔ پاکستانی معاشرے کی میڈیکل کی صورتحال سے متعلق ایک فلم دیکھتیں ہیں اور اس میں جذام (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا پاکستانیوں کی حالت جاننے کے بعد فیصلہ کرتی ہیں کہ وہ جرمنی میں نہیں بلکہ پاکستان میں کام کریں گی۔ اور انسانیت کو اس تکلیف دہ بیماری سے نکالیں گی۔ پاکستان میں یہ مرض بہت تیزی سے پھیل رہا تھا جذام کو اچھوت مرض جانا جاتا ہے۔ جس میں مریض کا جسم گلنے سڑنے کے بعد ٹوٹ کر گرتا رہتا ہے پیپ کا پڑ جانا اور بدبو لازمی سی بات ہے۔ لہذا صحت مند لوگ ان کے قریب نہیں جاتے بلکہ ان لوگوں کو آبادیوں سے دور پھینک دیا جاتا تھا جن کو کوڑھی احاطے کہا جاتا تھا جہاں یہ مریض سسک کر دم توڑ دیتے تھے تب پاکستان میں یہ مرض لاعلاج مانا جاتا تھا۔

اب اس دور میں جب پاکستان خود استحکام اور مسائل کی جنگ لڑ رہا تھا تو ان مسائل کی طرف توجہ ممکن نہ تھی کیونکہ جس میں معیشت انتظامی امور اور مہاجرین کی آباد کاری جیسے مسائل جن بن کر چٹے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر روتھ فاؤ مجسم انسانیت ایک مسیحا بن کر پاکستان کے ان جذام کے مریضوں کے لیے اپنا وطن چھوڑ چلی آئی۔ اور اپنی جوانی اور بڑھاپا حتیٰ کہ اپنی آخری سانسیں بھی پاکستان کے نام کر گئیں۔ ۳۰ سالہ روتھ فاؤ انتہائی خوبصورت اور زندگی سے بھرپور خاتون تھیں۔

۹ ستمبر ۱۹۲۹ء کو جرمنی کے شہر ہیمپرگ میں پیدا ہوئی پورا نام رتھ کی تھرینا رتھ فاؤ تھا۔ ڈاکٹر اور سرجن تھیں۔ کیتھولک مسیحی تھیں۔ متعدد اعزازات سے نوازا گیا۔ نشان قائد اعظم، ہلال پاکستان، ہلال امتیاز، جرمن گورنمنٹ کی طرف سے آرڈر آف میرٹ سے نوازا گیا اپنی زندگی کے ۵۶ برس پاکستان میں خدمات انجام دیتی رہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے کراچی ریلوے اسٹیشن کے پیچھے میکلوڈ روڈ پر چھوٹا ساطبی مرکز قائم کیا۔ جہاں اس نے جذام کے مریضوں کا علاج شروع کیا یہ وہ دور تھا جب مریضوں کے لواحقین ان کو حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھتے کہ وہ مریضوں سے بغیر کسی نفرت کے ان کی علاج کیے جاتیں۔ اس دور میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ یہ مرض صرف اللہ کے عذاب سے انسان کے گناہوں کی شامت پر ہی آتا ہے۔

ڈاکٹر رتھ فاؤ کو اس تصور کو ختم کرنے اور اسے ایک عام مرض ثابت کرنے میں بہت وقت لگ گیا۔ ان تمام مریضوں کو دوائی کھلانے اور اپنے ہاتھوں سے مرہم پٹی کرنے کی ذمہ داری خود لے رکھی تھی۔ جن کو ان کے اپنے سگے پیارے رشتے چھوڑ کے جا چکے

تھے۔ انہوں نے ۱۹۶۳ء میں مختلف سوشل ورکرز، پیرامیڈیکل سٹاف اور پاکستانی ڈاکٹرز کی ٹریننگ کا اہتمام کیا اور بڑے لیول پر کراچی میں لپریسی سنٹر قائم کیا۔

یوں یہ لپریسی سنٹر ۱۹۶۵ء تک ایک ہسپتال کی شکل اختیار کر گیا مزید ہسپتال بنانے کے لئے انہوں نے چندہ جمع کرنے کی تحریک شروع کی۔ جو کہ بھرپور کوششوں کے باوجود ہدف پورا نہ ہو سکا۔ خاتون وطن واپس گئیں اور جرمن عوام سے چندہ جمع کر کے ۷۰ لاکھ کی خطرہ رقم پاکستان لے کر آئیں اور پاکستان میں جذام کے مختلف علاقوں میں سینٹر قائم کی اور جذام کے خلاف پاکستان میں انقلاب آگیا یوں انہوں نے ۱۵۶ سینٹر قائم کیے اور ساٹھ ہزار کے قریب مریضوں کا علاج کیا، عالمی ادارہ صحت ڈبلیو۔ ایچ۔ او نے ۱۹۹۶ء میں پاکستان کو لپریسی کنٹرول روم قرار دیا۔ پاکستان ایشیا کا پہلا ملک تھا جس میں جذام کنٹرول ہوا تھا۔ ان کی ٹیم آج کل قبائلی علاقے اور ہزارہ ڈویژن میں جذام پر کام کر رہی ہے تاکہ اس مرض کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ آغا خان یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹر آف سائنس کا ایوارڈ دیا۔ پاکستانی گورنمنٹ کی طرف سے بھی متعدد ایوارڈ سے نوازا گیا۔ یہ فرشتہ صفت انسان ۱۰ اگست ۲۰۱۷ء کو کراچی میں وفات پا گئیں۔ ان کو گارڈ آف آرز سے کراچی میں سپرد خاک کیا گیا۔

حلیہ سعدیہ (سال اول)

فلورنس نائٹ انگلیس (دنیا کی پہلی نرس)

جس وقت اس دنیا کی ابتداء ہوئی اس وقت وہ سرسبز و شاداب تھی لیکن انسان کے لئے مشکلات سے بھرپور تھی۔ انسان نے اس دنیا میں ابتدائی وقت میں انتہائی کٹھن حالات میں گزارا، آہستہ آہستہ اس نے اپنی ذہانت کے بل بوتے پر مشکلات میں کمی کے طریقے ڈھونڈے اور اس طرح مصائب بھری ترقی کی راہ ہموار کی اس دوران اس دنیا میں کئی ذہین اور عظیم شخصیات ظہور پذیر ہوئیں جنہوں نے مختلف ایجادات کیں۔ نئی نئی چیزیں دریافت کیں اور منفرد قسم کے شعبے متعارف کروا کر ہماری ترقی کی راہ کو مزید سہل بنا دیا۔ کئی نامور سائنسدانوں نے، ریاضی دانوں نے، ادیبوں اور شاعروں نے اس دنیا میں بہترین کارکردگی سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ ان عظیم شخصیات میں نہ صرف مرد بلکہ خواتین بھی پیش پیش رہیں۔ ان عظیم اور ذہین خواتین نے زندگی کے ہر شعبے ہر میدان میں اپنی کارکردگی کا لوہا دنیا سے منوایا۔

اگر ہم مذہب کی طرف دیکھیں تو حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ جیسی نامور صحابیات نے اہل عرب کو اسلام کے سنہری نور سے بہرہ مند کیا۔ اگر سائنس کی دنیا میں دیکھیں تو مادام کیوری نے ریڈیم دریافت کیا جس سے دنیا آج تک فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اگر شاعروں اور ادیبوں کی دنیا میں دیکھیں تو بروئے سسٹرز کا ملہ شمسی، عصمت چغتائی، پروین شاکر اور ہماری اپنی بہادور کی عظیم شاعرہ نوشی گیلانی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اگر ہم رہنما خواتین کی طرف دیکھیں تو آج پوری دنیا ملکہ الزبتھ، ملکہ وکٹوریہ، جون آف آرک اور ہماری اپنی مادر ملت فاطمہ جناح کو نہ صرف جانتی ہے بلکہ ان کی گراں قدر صلاحیتوں اور کارناموں کا اعتراف بھی کرتی ہے۔ ان ہی

خواتین میں ایک چمکتا ستارہ فلورنس نائٹ انگلیل بھی ہے۔ بیشتر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ نرسنگ جیسا منفرد شعبہ فلورنس نائٹ انگلیل نے ہی اس دنیا سے متعارف کروایا۔ اس خاتون کو دنیا کی پہلی نرس کہا جاتا ہے۔ اس نے ہی جدید نرسنگ کی بنیاد رکھی یہ متعارف کروایا گیا اپنی نوعیت کا سب سے منفرد شعبہ نائٹ انگلیل کا ہی مرہون منت ہے۔ فلورنس نائٹ انگلیل ۱۲ مئی ۱۸۲۰ء کو اٹلی کے شہر فلورنس میں پیدا ہوئیں۔ نائٹ انگلیل کا تعلق ایک انتہائی امیر گھرانے سے تھا وہ بچپن سے ہی نہایت حساس طبیعت کی مالک تھی۔ وہ ان دوسری لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی جنہیں کپڑوں زیورات اور نازنخڑے اٹھوانے کا شوق تھا۔ اسے بچپن سے ہی دوسروں کی مدد کرنے کا شوق اور جذبہ تھا وہ اپنے ہی گاؤں کے غریب اور بیمار لوگوں کی ہر ممکن مدد کرتی تھی اس کے والدین اس کے اس شوق کے مخالف تھے وہ سمجھتے تھے کہ امیروں کا کام دوسروں کی خدمت کرنا نہیں ہے بلکہ اپنی خدمت کروانا ہے۔

کسی کی خدمت کرنا ملازم کا کام ہوتا ہے نہ کسی امیر گھرانے کی باعزت بیٹی کا لیکن والدین کی شدید مخالفت بھی نائٹ انگلیل کے خدمت خلق کے جذبے کو کم نہ کر سکی۔ بقول اس کے اپنے الفاظ میں ”میں اپنے اندر ایک روحانی جذبہ محسوس کرتی ہوں جو مجھے دوسروں کی مدد کرنے پر ابھارتا ہے۔“

شاید یہی وہ جذبہ تھا جس کی وجہ سے اس نے اپنے شہدہ ہارن سہن کو چھوڑ کر اپنی پوری زندگی خدمت خلق کے لیے وقف کر دی۔ اس کے لئے ایک انتہائی امیر شخص کا رشتہ آیا جو کہ اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ لیکن نائٹ انگلیل نے وہ رشتہ یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ وہ خاندانی زندگی نہیں اپنانا چاہتی۔ اب خدمت خلق اس کا مقصد بن چکا تھا۔ چنانچہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۵۰ء میں ہارلے سٹریٹ ہاسپتال میں بطور گورنرس ملازمت شروع کر دی اس دوران Crimean War شروع ہو گئی۔ نائٹ انگلیل نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ معالجین زخمیوں فوجیوں کا علاج تو کر دیتے تھے لیکن بعد میں ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس نے زخمیوں فوجیوں کی تیمارداری کی ذمہ داری سنبھال لی اور چند خواتین کو بھی اس بات کی ترغیب دی وہ زخمی ہونے والے فوجیوں کی دیکھ بھال کریں۔ اس طرح آہستہ آہستہ نرسنگ کا شعبہ وجود میں آیا۔

Crimean War کے دوران نائٹ انگلیل نے نرسوں کے میجر اور تیز کے طور پر خدمات انجام دیں۔ جنگ کے دوران رات کے وقت بھی اس خاتون نے زخمی فوجیوں پر دورے کیے اور ہر طرح سے امداد کی۔ چونکہ وہ رات میں ہاتھ میں چراغ لیے پھرتی تھی اس لیے جنگ کے بعد اسے Lady with the Lamp یا ”چراغ کے ساتھ خاتون“ کا لقب دیا گیا۔ اس عظیم خاتون نے نرسنگ کے شعبے کو قابل اعتماد ساکھ دی اور وکٹورین ثقافت کا ایک آئینہ بن گئی۔ جنگ کے بعد ۱۸۶۰ء میں اس نے لندن میں سینٹ تھامس کے ہسپتال میں اپنے نرسنگ سکول قائم کرنے کے ساتھ ہی پیشہ ورانہ نرسنگ کی بنیاد رکھی۔ یہ دنیا کا پہلا نرسنگ سکول تھا اور اب کنگ کالج آف لندن کا حصہ ہینائٹ انگلیل کی سماجی اصلاحات نے برطانوی سماج کے تمام حصوں میں صحت کی دیکھ بھال کو بہتر بنانے میں مدد کی۔ نائٹ انگلیل نے بھارت میں بہتر بھوک ریلیف کی وکالت بھی کی حالانکہ وہ اپنی ہوری زندگی بھارت کبھی بھی نہیں گئی

خواتین کے لئے سخت عصمت فروشی کے قوانین کو ختم کرنے کے لئے اور افرادی قوت میں خواتین کی شرکت کے قابل قبول اداروں کو بڑھانے میں فلورنس نائٹ انگلیل کا اہم کردار ہے نائٹ انگلیل نہ صرف ایک بہترین نرس تھی بلکہ اعلیٰ درجے کی شہریات دان بھی تھی۔ حالیہ مبصرین دعویٰ کیا ہے کہ Crimean جنگ میں نائٹ انگلیل کی کامیابیاں میڈیا کی مرہون منت ہیں کیونکہ میڈیا نے ہی اس کی کوریج کی تھی۔ لیکن خواتین میں پیشہ ورانہ نرسنگ اداروں میں ان کے کام کی اہمیت پر متفق ہیں۔ اس نے Sactari seliniye Barrack جیسے نامور اداروں میں کام کیا۔ فلورنس نائٹ انگلیل کو اس کی زندگی میں کئی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ جن میں ۱۸۸۳ء میں رائل ریڈ کراس، ۱۹۰۴ء میں سینٹ جان کے آرڈر آف گرےس کا ایوارڈ اور ۱۹۰۷ء میں آرڈر آف میرٹ کا ایوارڈ قابل ذکر ہیں۔

فلورنس نائٹ انگلیل کا ۱۱۳ اگست ۱۹۱۰ء کو نوے سال کی عمر میں لندن کے۔۔۔ ہسپتال میں انتقال ہو گیا۔ اس عظیم خاتون کا شمار ان نامور شخصیات میں ہوتا ہے کہ جو خود تو زندگی میں مشکلات جھیل گئے مگر ہمارے لئے آنے والی زندگی سہل بنا گئے۔ بے شک نائٹ انگلیل کو بے شمار خالفتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر وہ ہمت نہیں ہاری اور خدمت خلق کا سفر جاری رکھا۔ شاید اس طرح کی عظیم خواتین کے بارے میں اقبال نے کہا تھا۔

۔ وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

اسی کے دم سے ہے زندگی کا سوز دروں

فلورنس نائٹ انگلیل کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اس کی زندگی پر چند ایک فلمیں بھی بن چکی ہیں۔ جن میں ۱۹۵۱ء کی فلم The Lady with a Lamp قابل ذکر ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا!

کیا میں تمہیں ایسے خزانے سے مطلع نہ کروں جو سب سے اچھا ہے؟

سن لو کہ وہ ایک نیک عورت ہے

نامور سائنس دان خواتین

رائیکل کارسن (اسسٹنٹ پروفیسر بائی)

عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ جدید ماحولیاتی تحریک کا آغاز رائیکل کارسن کی کتاب Silent Spring کی اشاعت کے ساتھ ہوا۔ یہ کرہ ارض کی ہوا، پانی اور مٹی پر کیمیائی کیڑے مار ادویات کے نقصان دہ اثرات پر لکھی گئی تھی۔

ماہر بحری حیاتیات کارسن نے "The sea Around us" کی اشاعت کے بعد مقبولیت حاصل کی۔ رائیکل بوائزے کارسن دو بہنوں اور ایک بھائی میں سب سے چھوٹی تھی اس نے اپنے باپ کے Allegheny دریا کے کنارے واقع جنگل میں پرورش پائی اس وجہ سے اسے ماحول اور فطرت کو سمجھنے میں دلچسپی ہوئی۔

۱۹۲۹ء میں امتیازی نمبروں کے ساتھ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد اس نے میرین بائیولوجیکل لیبارٹری میں سرسٹڈی فیلوشپ حاصل کی یہ سمندری حیات کے ساتھ اس کا پہلا تعارف تھا۔ خاندان کی کفالت کے لیے کارسن نے بیورو آف فشریز میں ملازمت اختیار کر لی اور بحری حیات پر ریڈیو پروگرامز کئے

نومبر ۱۹۴۱ء میں ایک کتاب Under the sea -wind شائع کروائی۔ ۱۹۵۸ء میں اس کی دوست کے پرندہ گھر میں ڈی۔ ڈی۔ ٹی کے چھڑکاؤ کی وجہ سے تباہی ہونے پر کارسن نے محسوس کیا کہ اب کیمیائی زہر کے باعث پیش آنے والے خطرات کے خلاف آواز اٹھانے کا وقت آگیا ہے۔ امریکہ میں کئی سال تحقیقات کرنے کے بعد اس نے Silent Spring لکھی جس میں اس نے بتایا کہ انسانوں سمیت تمام مخلوقات کو ڈی۔ ڈی۔ ٹی اور دیگر زیادہ زہریلے کیمیکلو کی وجہ سے خطرہ ہو سکتا ہے۔ اس نے کیڑے مکوڑوں کے خاتمے کے لئے حیاتیاتی کنٹرول پر زور دیا۔

زرعی کیمیکل انڈسٹری نے اس پر شدید تنقید کی اور شدید مخالفت مہم چلائی مگر کارسن ڈی ریسی اور آخر کار ماحولیاتی مسائل سے آگاہی کا سہرا کارسن کے سر جاتا ہے آج یہ ایک بہت بڑا ایشو بن چکا ہے۔ ایک جرید نے لکھا اس کے چند ہزار الفاظ نے دنیا کا رخ ایک نئی سمت میں موڑ دیا۔

باربرا بک کلنٹوک ۱۹۰۲ء تا ۱۹۹۲ء (مسز صائمہ جاوید بائی AP)

نوبل انعام یافتہ باربرا بک کلنٹوک کو بیسویں صدی کی بااثر ترین ماہرین جینیات (حیاتیاتی وراثت) میں سے ایک قرار دیا جاتا ہے۔ جنین اور کروموسوم کے حوالے سے اس کا انقلابی کام جنین کی کارکردگی میں بنیادی تصور کیا جاتا ہے اس نے مکئی کے دانے پر اپنی تحقیقات کیں۔ ۱۹۵۱ء میں مک کلنٹوک نے کولڈسپرنگ ہاربر سمپوزیم برائے Quantitative Biology میں کروموسوم کا

طرز عمل اور Genetic expression کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا یہ مقالہ انڈین کمی کے مفہم Kernels میں رنگوں کے Patterns میں تبدیلیوں کے بارے میں تھا جو اس کے دس سالہ مشاہدات پر مبنی تھا۔ اس نے وضاحت کی کہ کچھ جینز ایک سے دوسری پشت میں آتے ہوئے اپنی جائے وقوع کو تبدیل کر لیتے ہیں۔ ان کی یہ تبدیلی جینی مواد میں ترمیم کا باعث بنتی ہے۔ آپ نے ۱۹۱۹ء میں کارنیل کالج آف ایگریکلچر میں داخلہ لیا بھی وہ جو میر ہی تھی کہ اسے Genetics میں یونیورسٹی کا گریجویٹ کورس لینے کی دعوت دی گئی اس نے ۱۹۲۷ء میں علم نباتات (باہنی) میں پی ایچ ڈی کی اور کارنیل میں ہی پڑھانے لگی۔ ۱۹۳۰ء میں اس نے کروموسوم کے نیوکلیئر آرگنائز رکورڈر یافت کیا۔

وہ ۱۹۴۴ء میں نیشنل اکیڈمی آف سائنسز کی رکن منتخب ہوئی اور جیٹیکس سوسائٹی آف امریکہ کی پہلی خاتون صدر بننے کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ ۱۹۹۲ء میں اپنی وفات تک کولڈسپرنگ ہاربر لیبارٹری میں ہی رہی۔

۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء کی دہائیوں کے دوران مک کنٹوک کو متعدد ایوارڈز ملے جن میں نیشنل میڈل آف سائنس بھی شامل تھا۔ ان اعزازات کے نتیجے میں تحقیقین کو مک کنٹوک کے کام میں دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ مالیکیولر بائیالوجسٹ حضرات نے آخر کار بیکیٹیریا میں ہونے والی کروموسومز کی تبدیلیوں پر تحقیق شروع کی۔ جیمز واٹسن نے اسے گریگور مینڈل اور تھامس ہنٹ مارگن کے بعد جیٹیکس کی تاریخ میں تیسری اہم ترین سائنس دان قرار دیا۔

گریس مرے ہوپر ۱۹۰۶ء تا ۱۹۹۲ء (مسنز صائمہ جاوید باہنی AP)

اپنے ساتھیوں میں آپ ”امیزنگ گریس“ کے نام سے مشہور تھیں۔ آپ ایک مشہور ریاضی دان بحریہ کی افسر تھیں۔ آپ نے کمپیوٹر کے میدان میں آٹوٹیک پروگرامنگ“ کا تصور پیش کیا۔ گریس ہوپر نیویارک سٹی میں پیدا ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں vasser کالج سے گریجویٹیشن کی اور ۱۹۳۴ء میں Yale یونیورسٹی سے ریاضی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۳ء تک vasser میں ریاضی پڑھائی تب اس کا نام بحریہ کی Waves شاخ یعنی women accepted for voluntary emergency service میں درج کر لیا گیا۔ ۱۹۴۶ء میں ہوپر نے کمپیوٹیشن لیبارٹری میں انجینئرنگ سائنسز اور اطلاقی فزکس کی ریسرچ فیلو کے طور پر ہارورڈ میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۵ء میں ہوپر نے ایک ایسی لیٹنگ ٹیچ پر کام شروع کیا جو کمپیوٹر پر بزنس ڈیٹا پروسیسنگ کے لیے موزوں اور استعمال میں بھی آسان تھی۔ اس کی محنت کا نتیجہ COBOL کی صورت میں برآمد ہوا۔ یہ لیٹنگ ٹیچ آج بھی وسیع پیمانے پر استعمال ہو رہی ہے ۱۹۹۱ء میں وہ انفرادی حیثیت میں یونائیٹڈ سٹیٹس میڈل آف ٹیکنالوجی ایوارڈ حاصل کرنے والی اولین عورت قرار پائی۔ یہ انعام کمپیوٹر پروگرامنگ لیٹنگ ٹیچ کو ترقی دینے میں اس کے عہد ساز کارناموں کا اعتراف تھا۔ کمپیوٹریٹکنا لوجی کو لیبارٹری سے نکال کر لپ ٹاپ اور ڈیسک ٹاپ کی صورت تک لانے میں گریس ہوپر کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

(مسز سمعیہ شبیر لیکچرر بائیولوجی)

مادام کیوری

مادام کیوری (۷ نومبر ۱۸۶۷ء - ۴ جولائی ۱۹۳۴ء) پولینڈ کی ایک نامور سائنسدان تھیں۔ ان کو (Radio Activity) تابکاری پر تحقیق کے بنیان میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ دنیا کی واحد سائنسدان خاتون ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں دو دفعہ نوبل پرائز جیتا اور وہ واحد سائنسدان ہیں جنہوں نے سائنس کی دو مختلف شاخوں میں (Branches) میں نوبل پرائز حاصل کیا۔ انہوں نے پہلا نوبل پرائز ۱۹۰۳ء میں فزکس کے شعبے میں حاصل کیا اور ۱۹۱۱ء میں دوسرا کیمسٹری کے شعبے میں حاصل کیا۔

وہ وارسا میں پیدا ہوئی۔ جو کہ پولینڈ کا ایک قصبہ ہے۔ اس نے ابتدائی تعلیم اور یونیورسٹی کی تعلیم اپنے قصبے سے ہی حاصل کی ۲۴ سال کی عمر میں اپنی بہن کے ساتھ وہ پیرس چلی گئی اور اپنی اعلیٰ ڈگری کے حصول کے ساتھ ساتھ وہ اپنے سائنسی تحقیقی کام کو بھی جاری رکھے ہوئے تھی۔ اسے دن میں ۲۲-۲۲ گھنٹے لیب میں گزارنے پڑتے اس کا کام غیر معمولی نوعیت اور طبی لحاظ سے انتہائی رسی تھا۔ اس نے لاکھوں ٹن لوہے کو پگھلانے کے لئے ۲ آئسوٹوپس دریافت کیے تھے۔ پلونیوم اور ریڈیم۔ یہ دونوں آئسوٹوپس بعد میں تابکاری کے ذریعے توانائی کا حصول اور کینسر کے علاج اور تحقیق میں انقلاب لے کر آئے۔ انہوں نے تابکاری کی تھیوری پیش کی۔ ان کی موت کا سبب بھی ان کی انتھک محنت اور تابکاری کے اثرات بنے وہ پھیپھڑوں میں تابکاری کے اثرات کی وجہ سے وفات پائیں۔

مادام کیوری نے اپنی زندگی میں جس شخص سے محبت کی اس کی ماں نے ان کے کم قیمت لباس غریب خاندانی پس منظر کے سبب رد کر دیا اور ان کی تذلیل کر کے انہیں اپنے گھر سے نکال دیا اور اس کے بعد وہ پولینڈ سے پیرس چلی گئیں۔ جہاں پر انہوں نے اپنے جیسے ہی ایک غریب سائنس دان اور انتہائی محنتی شخص پیری کیوری سے شادی کی۔ جو فزکس کے سائنسدان تھے ان دونوں کی ان تھک محنت نے دنیا کو تابکاری کے مثبت کام سے دنیا کو متعارف کروایا۔

مریم مختیار علیہ نعیم (رونمبر ۳۳۲ کلاس فرسٹ ایئر)

۱۸ مئی ۱۹۹۲ء کو شہر قائد کے ایک گھر میں ایک پیاری سی بچی نے آنکھ کھولی جو کہ مریم مختیار کہلائی۔ مریم مختیار نے دسویں کے بعد ایف ایس سی کی کچھ ہی دنوں کے بعد والد صاحب سے کہا: بابا Medical is not my field مجھے ایئر فورس میں جانا ہے۔ قوم کی اس بیٹی نے ہواؤں میں اڑنے کا خواب دیکھا یہ خواب اتنا پختہ اور اس کی تعبیر اتنی سچی تھی کہ ماں باپ نے بھی معاشرے کے تمام اصولوں کو رد کرتے ہوئے اس تعبیر کے حصول کی بھرپور حمایت کی۔

آخر کار ۶ مئی ۲۰۱۱ء کو پاک فضائیہ کے G.D.Pi۳۲ فورس کے ساتھ اے ایف اکیڈمی رسالپور میں رپورٹ کی۔ اکیڈمی کے روزمرہ ڈسپلن معمولات نے مریم کو بہت متاثر کیا اور وطن سے محبت کے جذبے کو ایک نئی راہ پر گامزن کیا۔ مائیں بچوں کے معاملے میں بہت حساس ہوا کرتی ہیں بہت سی ماؤں کی طرح مریم کی والدہ بھی مریم سے اپنے خدشات کا اظہار کیا کرتی تھی اور وہ ہنستے ہوئے

ٹال دیتی تھی۔ پھر آخر کار آنکھوں میں فائٹر پائلٹ بننے کا خواب سجائے مریم مختیار فائٹر کنورشن میں بچپنی اور بہت جلد اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ ۱۵ نومبر ۲۰۱۵ء کا سورج معمول کی طرح طلوع ہوا۔ مریم کو اپنے انسٹرکٹر سکواڈرن لیڈر ثاقب عباسی کے ساتھ معمول کے فلائنگ مشن پر جانا تھا۔

والدہ کا کہنا تھا؛ جب مریم اپنی فلائنگ پر جا رہی تھی تو فون کر کے کہنے لگی اچھا ماما میری فلائنگ ہے میں جا رہی ہوں آگئی تو فون کروں گی اور اگر نہ آئی تو سمجھیں گے گا شہید ہو گئی۔ مشن مکمل کرنے کے بعد جہاز جو نہی واپسی کے لئے روانہ ہوا تو عین اسی لمحے اسے ایک سنگین ٹیکنیکل فورس کا سامنا کرنا پڑا۔ ناگزیر جوہات کو مد نظر رکھتے ہوئے سکواڈرن لیڈر ثاقب عباسی اور فلائنگ آفیسر مریم مختیار نے انجیکشن کرنے کا فیصلہ کیا اور طیارے کا رخ آبادی والے علاقے سے دور موڑ لیا تاکہ بہت ساری دوسری جانوں کا ضیاع نہ ہو اور قوم کی اس بہادر بیٹی نے جام شہادت نوش کیا اور پاکستان کی پہلی خاتون پائلٹ شہید ہونے کا اعزاز حاصل کیا جبکہ سکواڈرن لیڈر ثاقب عباسی کو خدا نے بچا لیا۔

مریم مختیار کو تمنغہ بسالت سے نوازا گیا۔ خدا قوم کی اس بیٹی کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

جو عورت کی خواہش کے رخ کو قوت
سے بدلنا چاہتا ہے بے وقوف ہے
سموئیل مٹوک

ستارے آسمان کی نظمیں ہیں، عورتیں زمین کی
ہار گریو

شونخى ۽ افكار (سروے)



مسز عابدہ ارشاد (اسٹنٹ پروفیسر)
مسز خالدہ سلطانہ نگار (اسٹنٹ پروفیسر)

سردے

شعبہ اردو

سروے ہمارے میگزین عروج کا ایک اہم حصہ ہے۔ چنانچہ اس بار فیصلہ کیا گیا کہ طالبات کی ذہانت، انداز فکر اور شعور کو جانچنے کے لئے ان سے سوالات پوچھے جائیں گے۔ طالبات سے مختلف نوعیت کے سوالات کئے گئے۔ ان میں کچھ سنجیدہ اور کچھ دلچسپ تھے۔ طالبات کے جوابات پر کھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ کالج ہذا کی طالبات ماضی، حال اور مستقبل پر گہری نظر رکھتی ہیں۔ انہیں ملک میں درپیش مسائل کا بھی علم تھا اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی۔ یہ بات انتہائی اطمینان بخش ہے کہ ہماری محترمہ پرنسپل صاحبہ، اساتذہ کرام کی محنت و تربیت نتیجہ خیز ثابت ہو رہی ہے۔

آئیے اب سروے کی طرف آتے ہیں۔

سوال :- اگر آپ کو ایک دن کے لئے وزیر اعظم بنادیا جائے تو پہلا فیصلہ کیا ہوگا؟

جوابات: ۱۔ اسلام کی مضبوطی اور نفاذ کے لئے کوشش کرنا
 عمارہ انجم سال دوم

۲۔ ٹیکس ختم کروں گی

۳۔ درس و تدریس کا نظام بہتر کروں گی

۴۔ ملک میں ہر کام کرنے کے قابل فرد کو کام پر لگایا جائے تحریم آرٹس سال چہارم

تبصرہ:- طالبات ملک میں درپیش مسائل پر بھی گہری نظر رکھتی ہیں

سوال ۲:- رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوشبو آئے جو۔۔۔۔۔ ہے۔

جوابات ۱۔ جس نے کہا ٹھیک کہا ہے۔
اقصیٰ بی بی سال اول

۲۔ خوش اخلاقی کی اہمیت سے انکار نہیں ہے۔

۳۔ شیریں گفتگو سے ہم دوسروں کا دل جیت سکتے ہیں

۴۔ نعمت ہے

تبصرہ:- زباں شیریں ملک گیری کا اصول اخلاقیات کا حصہ ہے۔ دنیا کا سارا ادب اسی اصول پر گھومتا ہے۔

سوال ۳:- ہے خانگی سیاست ہر قومیت میں یکساں

بیٹی میں جو ہنر ہے وہ عیب ہے بہو میں

جوابات: ۱۔ ہمارے معاشرے میں ایسا ہی ہے۔

ارپیہ اسماعیل سال اول

- ۲۔ کاش ساس بھی ماں بن جائے۔
 ۳۔ ساس یہ سوچے کہ وہ بھی کسی کی بیٹی ہے۔
 ۴۔ بیٹی آرام کر رہی ہے کیونکہ وہ بیمار ہے بہو آرام کر رہی ہے تو وہ ڈرامہ باز ہے۔
 تبصرہ:۔ معاشرت دہر معیار کئی مسائل کو جنم دیتا ہے۔
 سوال ۴:۔ موبائل رحمت ہے یا زحمت؟

- جوابات ۱۔ رحمت کے روپ میں زحمت ہے۔
 ۲۔ موبائل رحمت ہے آج کے دور میں موبائل کی بہت اہمیت ہے۔
 ۳۔ سراسر زحمت ہے۔
 ۴۔ رحمت تب جب کوئی دعوت پر بلائے زحمت تب کوئی منہج کر کے دعوت مانگے۔
 تبصرہ:۔ ویسے تو بہترین ایجاد ہے مگر بے وقت اور بے جا استعمال اسے زحمت بناتا ہے
 سوال ۵:۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے

- جوابات ۱۔ مردہ دل کیا خاک جنیں گے۔
 ۲۔ زندہ دلی اور زندگی کا ناطہ ایسے ہے جیسے پھول اور خوشبو۔
 ۳۔ جب دل زندہ نہ ہو تو جینے کا مزہ ہی نہیں ہے۔
 ۴۔ میرے خیال میں زندہ دلی ہی زندگی کا نام ہے۔
 تبصرہ:۔ واقعی زندہ دلی رجائیت کا دوسرا نام ہے۔ زندہ دل کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

- سوال ۶:۔ وجود زن سے تصویر کائنات میں رنگ
 جوابات ۱۔ واقعی عورت نہ ہو تو کائنات ایسے جیسے بنارنگ کے۔
 ۲۔ روح کے بغیر جان اور مسکراہٹ کے بغیر خوشی کیسی۔
 ۳۔ اگر عورت نہ ہو تو گھر گھر نہیں بلکہ اینٹوں کا بنا مکان ہوتا ہے۔
 ۴۔ جی بالکل، کیونکہ خود کو دیکھ کر ایسا ہی لگتا ہے۔
 تبصرہ:۔ اس دنیا کی اکائی مرد و عورت ہیں اور کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا جمال و کمال ہوتا ہے۔

سوال ۷:۔ موسیقی روح کی غذا ہے

جوابات: ۱۔ بالکل ہے سروں کے بغیر سماعت میں رس نہیں گھلتا
 ۲۔ پرندوں کی چچہاہٹ، ہوا کی سرسراہٹ، بارش کا راگ، رم جھم کی آواز یہ سب موسیقی ہی ہے عمارہ انجم سال دوم
 ۳۔ نہیں، روح کی غذا عبادت ہے
 ۴۔ ہرگز نہیں
 تبصرہ:۔ موسیقی کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں مذہبی نقطہ نظر سے موسیقی روح کی غذا قرار نہیں دی جا سکتی۔
 سوال ۸:۔ رنگوں کے خوبصورت تناسب سے کون سا فن وجود میں آتا ہے؟

جوابات: ۱۔ فائن آرٹس سے آگاہ ہوتے ہیں
 ۲۔ زندگی کا رنگ، خوشی کا رنگ، رنگ مسکراہٹ
 ۳۔ فائن آرٹس وجود میں آتا ہے
 ۴۔ تجریدی آرٹ
 تبصرہ:۔ رنگوں کے خوبصورت استعمال سے قدرتی حسن اور معاشرتی مسائل کو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔

سوال ۹:۔ پتیل کے درخت جب آم گرے گا تو گونگے، بہرے اور اندھے میں سے پہلے کون اٹھائے گا؟
 جوابات: ۱۔ گونگا اٹھائے گا
 ۲۔ ہاہا، پتیل کے درخت سے آم کیسے گرے گا؟
 ۳۔ اندھا ہی اٹھائے گا کیوں کہ آم تو آم کے درخت سے ہی گرے گا
 ۴۔ میں سوچ رہی ہوں کہ پتیل کے درخت پر آم کیسے لگے گا۔۔
 تبصرہ:۔ بچے ہمارے عہد کے چالاک ہو گئے، آم آم کے پیڑ سے ہی گرے گا
 سوال ۱۰:۔ صفائی نصف ایمان ہے تو پھر کالج میں کچرا ڈسٹ بن نظر کیوں نہیں آتا؟

جوابات: ۱۔ عوام میں اتنا شعور نہیں کہ وہ صفائی کا خیال رکھیں
 ۲۔ ایمان ہم میں نظر نہیں آتا دوسرا ہمیں سستی نے ہمیں معذور بنا رکھا ہے
 ۳۔ ڈسٹ بن موجود نہیں ہیں تو بے چارے طالب علم کچرا بیگ میں تو نہیں ڈال سکتے۔ فریجہ حضور سال دوم
 تبصرہ:۔ بیٹا ادھر ادھر دیکھ لیا کرو
 ۴۔ کیونکہ ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے
 تحریم آرٹس سال چہارم

تبصرہ:- واقعی شعور کی کمی ہے حالانکہ عبادت کے لئے لطافت اور لطافت کے لئے صفائی ناگزیر ہے۔

سوال ۱۱:- سوشل میڈیا ہمارے اخلاقی انحطاط کا سبب ہے۔

جوابات ۱:- جی ہاں، اخلاقی زوال کا باعث ہے رمضہ شاہد سال اول

۲- بہت بڑا، کیوں کہ جھوٹ جو لعلت ہے آج Prank کی صورت میں فن اور مذاق قرار دیا گیا ہے جو سوشل میڈیا کی ہی شان ہے۔

عمارہ انجم سال دوم

۳- اگر درست استعمال ہو تو اتنا برا نہیں ہے نادیرہ سراج سال دوم

۴- سوشل میڈیا سبب نہیں مگر اس کا Un-checked استعمال اخلاقی انحطاط کا سبب ہے۔ اقراء علی سال چہارم

تبصرہ:- سوشل میڈیا ابلاغیات کا ایک حصہ ہے طالبات کا ذی شعور ہونا ان کے جوابات سے ظاہر ہے۔

سوال ۱۲:- کیا آپ اپنے اساتذہ کا دل سے احترام کرتے ہیں

جوابات ۱:- جی ہاں، میں اپنے اساتذہ کا دل سے احترام کرتی ہوں۔ علیہ اسماعیل سال اول

۲- دل و جان سے میرا ماننا ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ عمارہ انجم سال دوم

۳- جی ہاں، اساتذہ ذہنی پختگی کو پڑھاتے اور روحانی ترقی دیتے ہیں۔ نادیرہ سراج سال دوم

۴- جی ہاں، پورے دل و دماغ سے کرتے ہیں۔ عیسا ملک سال چہارم

تبصرہ:- دہلی محل کو یہ تفوق حاصل ہے کہ یہاں طالبات کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت بھی کی جاتی ہے

سوال ۱۳:- آئینہ دیکھتی ہیں تو کیا سوچتی ہیں۔

جوابات ۱:- بہت خوبصورت ہوں۔ علیہ اسماعیل سال اول

۲- کاش ناک تھوڑی چھوٹی ہوتی۔ عمارہ انجم سال دوم

۳- اللہ پاک نے کتنا خوبصورت بنایا ہے۔ حاجرہ منیر سال دوم

۴- تعریف اس خدا کی جس نے مجھے بنایا۔ کائنات آصف سال دوم

۵- اللہ کی تخلیق اس قدر مکمل ہے کہ اللہ کی تکمیلیت کا عالم کیا ہوگا۔ تحریم آرش سال چہارم

تبصرہ:- آئینہ درحقیقت ہمیں دعوت فکر دیتا اور عظمت خداوندی اور تشکر کا احساس دلاتا ہے

سوال ۱۴:- آپ کے خیال میں اس ملک کا Hot Issue کیا ہے؟

جوابات ۱:- کرپشن اور مہنگائی ہے۔ علیہ اسماعیل سال اول

- ۲۔ بے عملی، غیر سنجیدگی، اسلام سے دوری۔
 ۳۔ بجلی، پانی اور بیروزگاری اہم مسئلہ ہے۔
 ۴۔ کرپشن ہے۔

تبصرہ:۔ طالبانہ حکومتی درپیش مسائل کا بخوبی ادراک ہے۔

سوال ۱۵:۔ مکتبن یا چونانگانے کو کامیابی کا ضامن سمجھتی ہیں

- جوابات ۱:۔ بالکل، آج کل کامیابی اسی سے ملتی ہے
 ۲۔ انسان محنت اور کامیابی سے آگے بڑھتا ہے مکتبن سے تو پھسلتا اور منہ کے بل گرتا ہے۔ عمارہ انجم سال دوم
 ۳۔ کسی کی خوشامد سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ محنت کرو اور کامیابی پاؤ۔
 ۴۔ بالکل بھی نہیں سمجھتی
 اقراری علی سال چہارم

تبصرہ:۔ کامیابی کا ذریعہ محنت ہے اور خوشامد منفی رویے کی علامت ہے۔

سوال ۱۶:۔ جب غصہ آئے تو قابو پالیتی ہیں؟

- جوابات ۱:۔ جی، بالکل قابو پالیتی ہوں۔
 ۲۔ بڑی مشکل سے، کبھی چلا کر کبھی آنسو بہا کر۔
 ۳۔ شیشہ دیکھتی ہوں کہ کہیں غصے میں منہ کے زاویے بگڑ تو نہیں رہے۔
 ۴۔ جی ہاں، لیکن غصہ نکالنے کے بعد
 اقراری علی سال چہارم

تبصرہ:۔ غصہ انسانی فطرت ہے آمنہ طارق کا جواب دلچسپی سے بھرپور ہے

سوال ۱۷:۔ کالج ایجوکیشن سے آپ کی توقعات

- جوابات ۱:۔ اپنی زندگی اور شخصیت کے حوالے سے اچھی توقعات ہیں۔
 ۲۔ اچھا اور کارآمد شہری بنانے میں مدد و معاون ہوگی۔
 ۳۔ اچھی توقعات ذہن میں رکھ کر کالج آتے ہیں۔
 ۴۔ میری شخصیت کو پہلے سے زیادہ نکھارے گی۔
 عائشہ نادر سال سوم
 صالحہ صدیق سال اول
 بسمہ ملک سال اول
 حلیمہ سال اول

تبصرہ:۔ طالبات معترف ہیں کہ کالج لائف زندگی میں تبدیلی لائے گی۔

سوال ۱۸:۔ تعبیر کے لئے کیا خواب ضروری ہیں؟

- جوابات: ۱۔ ضروری ہیں انسان جو سوچتا ہے ویسے ہی خواب آتے ہیں
 ۲۔ خواب مقصد زندگی فراہم کرتے ہیں بہت ضروری ہیں
 ۳۔ یہ ایسے ہی ہیں جیسے منزل کے لئے راستہ اگر خواب نہ دیکھیں تو تعبیر کہاں سے ملے گی۔ نادیہ سراج سال دوم
 ۴۔ جی ہاں، لیکن بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا
 تبصرہ:۔ خواب ہوتے ہیں دیکھنے کے لئے ان میں جا کر رہا نہ کرو۔

سوال ۱۹:۔ کیا آج کے والدین بچوں کی تربیت پر توجہ دیتے ہیں؟

- جوابات: ۱۔ بالکل توجہ دیتے ہیں۔
 ۲۔ کچھ دیتے ہیں کچھ نہیں دیتے۔
 ۳۔ دیہات کے والدین دیتے ہیں شہری والدین اچھے کالج میں ڈال کر تربیت دینا چاہتے ہیں۔ کائنات آصف سال دوم
 ۴۔ بالکل نہیں دیتے۔
 تبصرہ:۔ لگتا ہے والدین سے کہیں کہیں کوتاہی ہو رہی ہے تبھی طالبات کو شکوہ ہے کہ نہیں توجہ دیتے

سوال ۲۰:۔ گرین اوریکلین پاکستان کے سلسلے میں آپ کی ذمہ داری؟

- جوابات: ۱۔ اپنے گھر، کالج جہاں ممکن ہو صاف رکھیں اور پودے لگائیں۔
 ۲۔ اگر کہیں ایک پودا ہے تو دوسرا آپ خود لگائیں۔
 ۳۔ ملک کو صاف رکھنا، درخت اور پودے لگانا اور ماحول کو صاف رکھنا۔
 ۴۔ زیادہ سے زیادہ پودے لگانا اور ماحول کی صفائی کا خیال رکھنا۔
 تبصرہ:۔ گرین اینڈیکلین پاکستان ہماری بقاء کا ضامن ہے۔

انشائے



اسی طرح لڑکیاں بھی شہد کی مکھوں کی طرح ہیں روزانہ اپنے گھروں سے باہر یا گھر میں رہتے ہوئے کسی طریقے سے ان موبائل سگنلز سے نکل جاتی ہیں۔ اور گھر آنے کا راستہ بھول جاتی ہیں۔ وہ ان سگنلز کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان شہد سے بننے والے بیٹھے گھر ادھورے رہ جاتے ہیں اور ان کی تعداد کم سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ پھر توجہ مندرجہ ذیل آیت کی طرف پلٹ جاتی ہے۔ اور ہم نے اس (قرآن) کو کھول کر بیان کیا ہے اور اس میں نشانی ہے غور کرنے والوں کے لئے۔

بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت

ارتج شکیل سیکنڈ ایئر رول نمبر ۲۲

جہاں بیٹا رحمت ہے وہاں بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ بہت سے لوگ ابھی تک زمانہ جاہلیت پر قائم ہیں۔ جو بیٹی کے پیدا ہونے پر توہین محسوس کرتے ہیں حالانکہ بیٹی تو رحمت کا دروازہ ہے۔ بیٹی بخشش کا ذریعہ ہے۔ بیٹی جہنم کی ڈھال ہے۔

حضرت سعید خدریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ بے شک جنت میں داخل ہونے والا ہوگا۔

اسی طرح ابن مالکؒ سے بھی ایک روایت ملتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے یہ فرماتے وقت آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا (اور کہا اس طرح)۔ یہ بیٹیاں کیسی ہوتی ہیں؟؟؟؟

یہ بیٹیاں پریوں کے جیسی ہوتی ہیں۔۔۔ یہ بات بات پر روتی ہیں

بیٹی کا دل نازک سا ہوتا ہے

یہ بھولی بھالی ہوتی ہیں

بیٹی تو بڑھاپے میں ماں باپ کا سہارا ہوتی ہے

بیٹی باپ کی لاڈلی ہوتی ہے

ماں کی دلاری ہوتی ہے

باپ کا درد سمجھتی ہے

ماں کے آنسو پونچھتی ہے

مختصر یہ کہ

بیٹیاں تو ماؤں جیسی ہوتی ہیں۔۔۔۔

صالحہ (سال اول)

دور جدید میں بنت آدم کی رسوائی

بنت آدم آج کے اس ترقی یافتہ دور میں انسانی درندگی کا نشانہ بن رہی ہے۔ اسلام سے قبل ایسا تھا کہ عورت کو معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہیں تھا وہ صرف لونڈی کے طور پر جانی جاتی تھی۔ انہیں تو زندہ رہنے کا حق بھی نہیں تھا اور اب جب کہ اسلام نے عورت کو عزت و تحفظ اور اعلیٰ مقام دیا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ہی عورت معاشرے میں رہنے والے ہوس کے پجاریوں کے ہاتھوں ذلت و رسوا ہو کے رہ گئی ہے۔ عورت تو عورت نابالغ بچیاں بھی انسانی درندگی کا شکار ہو رہی ہیں۔ انسان کو انسان کی پہچان نہیں رہی رشتوں کی تمیز نہیں رہی اور نہ ہی عمر کا لحاظ رہا ہے۔ احساسات تو جیسے مر سے گئے ہیں۔ ننھی کلیاں کھلنے سے پہلے مرجھانے لگی ہیں۔ جیسا کہ ہم سب کچھ عرصہ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں بہت سی چھوٹی چھوٹی کلیاں ظلم و زیادتی کا شکار ہوئیں۔ زینب قتل کیس کے علاوہ بھی بہت سی ایسی بچیاں جو نابالغ تھیں انسانی ہوس کا شکار ہوئیں۔

کیا تصور ہوتا ہے ان ننھی جانوں کا جو ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی موت کی گہری نیند سلا دی جاتی ہیں کس قدر انہیں زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کس طرح انہیں ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔ کیا ان کا حق نہیں کہ وہ اس دنیا و معاشرے میں عزت و تحفظ حاصل کر سکیں! پڑھ لکھ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں! ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکیں تاکہ اپنے ملک کا نام روشن کر سکیں۔ لیکن اس معاشرے میں رہنے والے ناگوار اور بری سوچ کے انسان بچیوں کی زندگی تباہ کرتے ہوئے ذرا نہیں سوچتے۔۔ نہیں سوچتے کہ یہ ہمارا مستقبل ہیں ہمارے ملک کا قیمتی سرمایہ ہیں اور اپنی ہوس کے تلے روندتے ہوئے انہیں کسی بھی طرح کا خیال نہیں آتا۔ ایسے انسانوں میں تعلیم و شعور کی بھی کمی ہوتی ہے اور ناخواندگی کا شکار ہوتے ہیں۔ بیٹیوں کی عزت کا تحفظ ماں باپ کا فرض ہے لیکن ایسے معاشرے میں جہاں ننھی کلیوں کو اپنی ہوس کی آگ بجھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہوا ایسے معاشرے میں ماں باپ اپنی بچیوں کو کیسے تحفظ دیں۔ جہاں بچوں بڑوں میں عمر کا لحاظ ہی نہیں۔ چھوٹی چھوٹی بچیوں کو بے رحمی سے قتل کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ بچوں سے تو شفقت سے پیش آنا چاہیے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص بچوں سے شفقت سے پیش نہیں آتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

دین اسلام کی یہ روایت ہے ہی نہیں جو کہ آج کے دور میں عروج پر ہے۔ دین تو ہمیں بچوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔ جو کہ اب لوگ شاید بھول ہی چکے ہیں۔

کہانی راز کھولتی ہے



تزیلہ ابتسام سینڈائیر نومبر ۳۶۸

ایک نیک عورت کا سچا واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے کندھے پر ایک بچہ بہت ہی کم سن بیٹھا ہے اور وہ یہ آواز کر رہی تھی کہ اے کریم!

اے رب کریم! تیرا گزرا ہوا زمانہ یعنی کیسا موجب شکر ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا چیز ہے جو تیرے اور مولا کے درمیان گزری ہے۔ کہنے لگی۔۔۔ میں ایک مرتبہ کشتی پر سوار تھی اور تاجروں کی ایک جماعت ہمارے ساتھ تھی۔ طوفانی ہوا ایسے زور سے آئی کہ وہ کشتی غرق ہو گئی اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ میں اور میرا یہ بچہ ایک تختے پر رہ گئے اور ایک حبشی آدمی دوسرے تختے پر۔ ہم تین کے سوا کوئی بھی اس کشتی سے نہ بچ سکا۔ جب صبح کا چاند نہ ہوا تو اس حبشی نے مجھے دیکھا اور پانی کو ہٹا تا ہٹا میرے تختے کے پاس پہنچ گیا اور جب اس کا تختہ میرے تختے کے ساتھ مل گیا تو وہ بھی میرے تختے پر آ گیا اور مجھ سے بری بات کی خواہش کرنے لگا۔ میں اس سے کہا کہ اللہ سے ڈر، ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اس سے خلاصی اس کی بندگی سے بھی مشکل ہو رہی ہے۔ اس کا گناہ ایسی حالت میں کرے۔ کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑو خدا کی قسم یہ کام ہو کر رہے گا۔ یہ بچہ میری گود میں سو رہا تھا۔ میں نے چپکے سے اس بچے کو چٹکی اس لیے بھری کہ جس سے یہ ایک دم جاگ جائے اور رونے لگ جائے اور پھر جب اس بچے نے رونا شروع کیا تو میں نے اس سے کہا کہ اچھا ذرا اٹھہرو میں اس بچے کو سلا دوں پھر جو مقدر میں ہوگا ہو جائے گا۔

اس حبشی نے اس بچے کو سمندر میں پھینک دیا۔ میں نے اللہ عزوجل سے عرض کی اے پاک ذات جو آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتی ہے۔ میرے اور اس حبشی کے درمیان تو ہی اپنی طاقت اور قدرت سے جدائی کر۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ عورت کہتی ہے کہ خدا کی قسم میں ان کے الفاظ کو پورا بھی نہ کر پائی تھی۔ کہ سمندر سے ایک بہت بڑے جانور نے منہ کھولے ہوئے سر باہر نکالا اور اس حبشی کو ایک لقمہ ہی بنا کر سمندر سے ایک بہت بڑے جانور نے منہ کھولے ہوئے سر باہر نکالا اور اس حبشی کو ایک لقمہ ہی بنا کر سمندر میں واپس چلا گیا۔ مجھے اللہ رب العزت نے محض اپنی طاقت اور قدرت سے اس حبشی سے بچا لیا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ پاک ہے اس کی بڑی شان ہے۔ اس کے بعد سمندر کی موجیں مجھے ایک جزیرے کے کنارے لے گئیں۔ میں وہاں اتر پڑی اور یہ سوچتی تھی کہ میں یہاں گھاس کھاتی رہوں گی، پانی پیتی رہوں گی جب تک اللہ تعالیٰ کوئی سہولت کی صورت پیدا نہیں فرمادیں گے۔ اس کی مدد ہی سے کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ چار دن مجھے اس جزیرے میں گزر گئے۔ پانچواں دن مجھے ایک بڑی کشتی سمندر میں چلتی ہوئی نظر آئی میں نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر اس کشتی کی طرف اشارہ کیا۔ جو کپڑا میرے اوپر تھا اس کو خوب ہلایا۔ اس میں سے تین آدمی ایک چھوٹی سی ناؤ پر بیٹھ کر میرے پاس آئے۔ میں ان کے ساتھ اس ناؤ پر بیٹھ گئی اور میں اس کشتی پر پہنچی تو میرا یہ بچہ جس کو حبشی نے سمندر میں پھینک دیا تھا ان میں سے ایک آدمی کے پاس تھا۔

اس کو دیکھ کر میں اس پر گر ہی پڑی میں نے اس کو چوما گلے سے لگایا اور میں نے کہا یہ میرا بچہ ہے، یہ تو میرا جگر پارہ ہے۔ وہ کشتی والے کہنے لگے کہ تو پاگل ہے تیری عقل ماری گئی ہے۔ میں نے کہا نہ میں پاگل ہوں اور نہ ہی میری عقل ماری گئی ہے۔ میرا عجیب واقعہ ہے۔ پھر میں نے انہیں اپنا سارا واقعہ سنایا۔ اب ہم تجھے ایسی ہی بات سنائیں گے جس سے تجھے بھی تعجب ہو۔ ہم کشتی میں بڑے لطف سے چل رہے تھے۔

ہو موافق تھی اتنے میں ایک جانور سمندر سے باہر نکلا پانی کے اوپر آیا اور اس کی پشت پر یہ بچہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک ٹیپی آواز ہم نے سنی اگر اس بچے کو اس کی پشت سے اٹھا کر اپنے ساتھ نہ لیا تو تمہاری کشتی ڈوب دی جائے گی۔ ہم میں سے ایک آدمی اٹھا اور اس بچے کو اس کی پشت پہ سے اٹھا لیا اور وہ جانور پھر پانی کے اندر چلا گیا۔ تیرا واقعہ اور یہ واقعہ دونوں بڑی حیرت کے ہیں۔ اور ہم سب عہد کرتے ہیں کہ آج کے بعد سے اللہ تعالیٰ ہمیں کسی گناہ پر نہ دیکھیں گے۔ اس کے بعد ان سب نے توبہ کر لی۔ وہ پاک ذات کتنی مہربان ہے بندوں کے احوال سے خبر رکھنے والی ہے۔ بہترین احسانات کرنے والی ہے۔ وہ پاک ذات مصیبت زدوں کی مصیبت کے وقت مدد کرنے والی ہے۔ یہ اللہ والوں کا بہت ہی ایمان افروز واقعہ ہے۔ جس میں ہماری لیے یہ سبق ہے کہ ہم ہر حال میں، ہر مشکل میں، ہر گھڑی میں اللہ رب العزت کو ہی پکاریں۔ اسی سے امداد حاصل کریں

جیسے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

کون ہے جو مشکل کے وقت ایک مجبور کی دعاؤں کو سننے والا ہے۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود ہو سکتا ہے۔ نہیں صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔

ان اللہ علی کل شئی قدير۔

ترجمہ: بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا!

ایمان کے بعد دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے

عکس خوشبو



حرف وفا (پروین فاسید)

نسائی طرز احساس کی اولین پاکستانی آواز

نعت شریف ﷺ

ہم کو بلاؤ آقا اس بار مدینے میں

ہو جائیں بسر اپنے دن رات مدینے میں

ویسے تو نکمی ہوں مگتی ہوں تیرے در کی

جھولی میری بھر دیں لے جا کے مدینے میں

★

ہر شہر میں بستی میں گھومی ہوں میں ہر سو

★

دنیا میں کہاں دیکھی جو ہے بات مدینے میں

★

دل میرا دھڑکتا ہے آقا کے تصور میں

★

شاید کہ بدل جائے میری اوقات مدینے میں

★

میں کیوں نہ ہو جاؤں نازاں قسمت پہ نگار اپنی

ہو جائے اگر مجھ پہ نوری برسات مدینے میں

خالدہ سلطانہ نگار شعبہ اردو

جب یہ چھوٹا سا اک بول زباں پر آتا ہے

میں ڈرجاتی ہوں

اور تمہیں اصرار کہ میں یہ حرف وفادہ راتی ہوں

روز ابد تک کہتی جاؤں گاتی جاؤں

لیکن میں ڈرجاتی ہوں خود اپنے آپ سے

اپنے دل کی سچائی سے

جب یہ بول زباں تک آجاتا ہے

یوں لگتا ہے

جیسے میرا احساس وفا اور تیرے دل کی پہنائی

میرے مہذب جذبوں کی گہرائی

میری نظریوں وسعت میرے نغموں کی رعنائی

درد و کرب کے رشتوں کی آگاہی

سب مل کر اس چھوٹے سے اک بول میں گھل جاتے ہیں

پھر یہ بول دکھوں کی بھٹی میں پتا ہے

تپ تپ کر کندن ہوتا ہے

تب کہیں جا کر جب ہونٹوں تک آتا ہے۔۔۔ میں ڈرجاتی ہوں

یہ سوچوں تو ڈرجاتی ہوں

کہیں اگر تم اس جذبے کی گہرائی تک پہنچ نہ پائے

کہیں اگر تم رول نہ لائے

وہ موتی جو اس چھوٹے سے بول کی تہہ میں پوشیدہ ہیں

تو کیا میں پھر جی بھی سکوں گی؟

جی چاہا تو مر بھی سکوں گی؟

صدائے عندلیب شاخ شب (شاہدہ حسن)

جدید پاکستانی غزل، نظم کی نمائندہ آواز

سمجھوتہ (زہرا نگاہ)

تائیدی فکر کی خوبصورت آواز

بہت اداس ہے، صدائے عندلیب برشاخ شب

کہیں سکوت خواب گاہ میں

بھٹک رہی ہے یوں چراغ کی نمی

خیال رفتگاں ہمیں ہوں کوئی امید سی عجب

زمین ماہ و سال پر

ہر اک امید، ہر خیال، ہر خبر

عجب سی تنگی میں تر

ہوائے غم! مگر

کسی کا انتظار ہے کسی کو کب؟

جہان بے ثبات میں

لبوں کو ادھ کھلے گلاب کی چمک سے پیار کیوں

گھٹا کا اعتبار کیوں

اڑان پر ہے یہ ستارہ جہان بے سبب

ملائم گرم سمجھوتے کی چادر

یہ چادر میں نے برسوں میں بنی

کہیں بھی سچ کے گل بوٹے نہیں ہیں

کسی بھی جھوٹ کا ٹانکا نہیں ہے

اسی سے میں بھی تن ڈھل لوں گی اپنا

اسی سے تم بھی آسودہ رہو گے!

نہ خوش ہو گے نہ پر مژدہ رہو گے

اسی کوتاہ کر بن جائے گا گھر

بچالیں گے تو کھل اٹھے گا آہنگن

اٹھالیں گے تو گر جائے چلمن

حقوق نسواں کی لکاز

خودکلامی (کشورناہید)

مجھے سزا دو

کہ میں نے اپنے لہو سے تعبیر خواب لکھی

جنوں پریدہ کتاب لکھی

مجھے سزا دو

کہ میں نے تقدیس خواب فردا میں جاں گزاری

بہ لطف شب زادگاں گزاری

مجھے سزا دو

کہ میں نے قاتل کو وصف تیغ و علم سکھایا

سروں کو اوج قلم سکھایا

مجھے سزا دو

کہ میں عدد کی صلیب کی محتسب رہی ہوں

ہوا کے زد پہ جلے چراغوں کی روشنی ہوں

مجھے سزا دو

کہ میں نے دوشیزگی کو سودائے شب گماں سے رہائی دی تھی

گھروں کے بجھتے دیوؤں کو شانِ خدائی دی تھی

مجھے سزا دو

کہ میں جیوں تو تمہاری دستار گر نہ جائے

مجھے سزا دو

کہ میرے بیٹوں کے ہاتھ اٹھے تو تم نہ ہو گے

کہ ایک بھی تیغ حرفِ قوس میاں سے نکلے تو تم نہ ہو گے

مجھے سزا دو

کہ میں تو ہر سانس میں نئی زندگی کی خوگر

حیات و بعد حیات بھی زندہ تر رہوں گی

مجھے سزا دو

کہ پھر تمہاری سزا کی میعاد ختم ہوگی

نسوانی بصیرت کے احساس کی زندہ تعبیر

اتنا معلوم ہے (پروین شاکر)

جان محفل ہے، مگر آج فقط میری بغیر
ہائے کس درجہ وہی بزم میں تنہا ہوگا
کبھی سنائوں سے وحشت جو ہوئی ہوگی اسے
اس نے بے ساختہ پھر مجھ کو پکارا ہوگا

چلتے چلتے کوئی مانوس سی آہٹ پا کر
دوستوں کو بھی کسی عذر سے روکا ہوگا
یاد کر کے مجھے، غم ہوگئی ہوگیس پلکیں
”آنکھ میں پڑ گیا کچھ“ کہہ کے یہ ٹالا ہوگا
اور گھبرا کے کتابوں کی جولی ہوگی پناہ
ہر سطر میں میرا چہرہ ابھر آیا ہوگا

جب ملی ہوگی اسے میری علالت کی خبر
اس نے آہستہ سے دیوار کو تھاما ہوگا
سوچ کر یہ، کہ بہل جائے پریشانی عدل
یونہی بے وجہ کسی شخص کو روکا ہوگا

اتفاقاً مجھے اس شام میری دوست ملی
میں نے پوچھا کہ سنو۔ آئے تھے؟۔ وہ کیسے تھے؟

مجھ کو پوچھا تھا مجھے ڈھونڈا تھا چاروں جانب اس نے ایک لمحے کو دیکھا مجھے اور ہنس دی

اس ہنسی میں تو وہ تلخی تھی کہ اس سے آگے
کیا کہا اس نے۔ مجھے یاد نہیں ہے۔ لیکن
اتنا معلوم ہے خوابوں کا بھرم ٹوٹ گیا

اپنے بستر پہ بہت دیر سے میں نیم دراز
سوچتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں پر ہوگا
میں یہاں ہوں مگر اس کو چہرے رنگ و بو میں
روز کی طرح سے وہ آج بھی آیا ہوگا
اور جب اس نے وہاں مجھ کو نہ پایا ہوگا۔!

آپ کو علم ہے وہ آج نہیں آئی ہیں
میری ہر دوست سے اس نے یہی پوچھا ہوگا
کیوں نہیں آئی وہ کیا بات ہوئی ہے آخر
خود سے اس بات پہ سو بار وہ الجھا ہوگا
کل وہ آئے گی تو میں اس سے نہیں بولوں گا
آپ ہی آپ میں کئی بار وہ روٹھا ہوگا

وہ نہیں ہے تو بلندی کا سفر کتنا کٹھن
سیر نہیاں چڑھتے ہوئے اس نے یہ سوچا ہوگا
راہداری، میں ہرے لان میں پھولوں کے قریب
اس نے ہر سمت مجھے آن کے ڈھونڈا ہوگا

نام بھولے سے جو میرا کہی آیا ہوگا
غیر محسوس طریقے سے وہ چونکا ہوگا
ایک جملے کو کئی بار سنایا ہوگا

بات کرتے ہوئے سو بار وہ بھولا ہوگا
یہ جو لڑکی نئی آئی ہے کہیں وہ تو نہیں
اس نے ہر چہرہ یہی سوچ کے دیکھا ہوگا

باجی مقبول جہاں کے لئے قمر شاہین

اب میں ہوں اور میرا دکھ خالد سلطانیہ (شعبہ اردو اسٹنٹ پروفیسر)

بے خواب آنکھوں میں رنجوں کے پہرے ہیں
بے بہرے جسموں کے خوابناک چہرے ہیں
ہم کہاں سے لے آئیں پیار کہتی ہیں وہ آنکھیں
جس کی جگہ گاہٹ بن ہم سب ادھورے ہیں
ہم کو ناز تھا جن کی چاہتوں پہ اے ہمد
رخ بدل کے کہتے ہیں ہم کہاں سے تیرے ہیں
کاش کوئی لے آئے پھر سے ان کو دنیا میں
دل نہیں سنہلتا ہیں ہم بہت ادھورے ہیں
اس چمن کا قصہ تو اسے یوں سے لکھیں گے
چار سو تو ڈاکو ہیں ہر سو لٹیرے ہیں
اب نہیں لکھا جاتا، اب نہیں کہا جاتا
اب قمر کی آنکھوں میں آنسو کے ڈیرے ہیں

میری چاروں جانب بکھری
میری خواہش، میری تمنا
آرزوؤں کا سندرسپنا
پگ پگ پھیلا
درد و غم، اُمید حسرت
میرے پاس کھڑے ہیں کب سے
ہاتھ بڑھاتی ہوں تو حسرت، میری خواہش میری تمنا
مجھ سے کوسوں دور ہے بھاگے
جیسے بند مٹھی سے ذرہ ذرہ ریت پھسلتی جائے
اور جب چونک کے مٹھی کھولوں
مٹھی خالی رہ جائے
میرے سارے سپنے ٹوٹ چکے ہوں
میری خواہش میرے ارماں روٹھ گئے ہیں
اب میں ہوں اور میرا دکھ

صغریٰ رانا

دُعا

(اسٹنٹ پروفیسر انگریزی) سونیاجاری کے لئے

تیرا گھر سدا خوبصورت رہے
 سانس لینے کو ہو دنیا روزن تجھے
 در در پہچے پھول برساتے رہیں
 خوشبو دیتا رہے تیرا آنگن تھے
 تیرے اپنوں کا تجھ پہ احسان ہو
 کہ اندھیرے بھی رکھیں روشن تجھے
 تیرے رشتوں کی ڈوری سلامت رہے
 کبھی توڑے نہ کوئی بندھن تجھے
 تیری زہرا محبت کی ساگر بنے
 تیری زدیا کو انجم سلامی کریں
 تیری اینا زمانے کی راہبر بنے
 تیرا عارف کرامت کا مسکن رہے
 تیرا چہرہ بھی چمکے ایسے سدا
 دیکھتے ہی رہیں تیرے کنگن تجھے
 تیرے ہاتھوں میں گجرے مہکتے رہیں
 سارے موسم پکاریں سہاگن تجھے



Home Economics Exhibition 2019



Biology Exhibition 2019



Student's Participation in Computer Sciences Exhibition 2019



Fine Arts Exhibition 2019



Chemistry Exhibition 2019



Physics Exhibition 2019



Milad-Nabi (S.A.W.W) 2019



Book Fair 2019



Documentary shown to the students on Quaid-e-Azam Day 2019



Independence Day 2019



Function of Women's Day 2019



Clean and Green Pakistan Campaign Activities



Kashmir Day 2019



March Past on Sports Day 2019



Opening Ceremony of Funfair 2019 by
Mrs. Sumair Sami-ullah Ch. Chief Guest



Chief Guest's Visit to a Stall on Funfair 2019